تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَحْوَالِ وَالزَّمَانِ

تغیّرِ زمان سے اِجتہادی اَحکام میں رِعایت اور تبدیلی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَحْوَالِ وَالزَّمَانِ

تغیرِ زمان سے اِجتہادی اَحکام

میں

رِعایت اور تبدیلی

تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَحْوَالِ وَالزَّمَانِ

تغیرِ زمان سے اِجتہادی اَحکام
میں
رِعایت اور تبدیلی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تصنیف: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تخریج	:	عین الحق بغدادی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ
مطبع	:	منہاج پبلی کیشنز انڈیا
اِشاعت نمبر1	:	مئی 2019ء [1,100-پاکستان]
اِشاعت نمبر2	:	مئی 2019ء [1,100-انڈیا]
قیمت	:	۔۔۔۔روپے

fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صلِّ وسلِّم دائمًا أبدًا

على حبيبك خير الخلق كلّهم

محمّدٌ سيّد الكونين والثّقلين

والفريقين من عُربٍ ومن عجمٍ

اللّهمّ صلّ على سيّدنا ومولانا محمّدٍ وّعلى آله وصحبه وبارك وسلّم

فہرست

☆ حرفِ آغاز 13

ا۔فلاحِ عامہ کے عمومی قوانین میں تبدیلی کا اُصول اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے 17

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ﴾ (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا) 18

﴿وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي﴾ (اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی) 19

﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينًا﴾ (اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا) 20

۲۔دین میں آسانی کے پہلو کی مدحت 21

۳۔دین میں آسانی اور سنتِ رسول ﷺ 23

☆ تغیّرِ حکم کے قرآنی نظائر 26

ا۔استثنائی و اضطراری حالت 26

۲۔دورانِ جنگ خوف کے باعث نماز کے طریقے میں تبدیلی (نمازِ خوف کا حکم) 28

۳۔ تحقیقِ مناط کے اُصول کے تحت تعیینِ حکم کے پیمانے مختلف ہو جاتے ہیں 31

☆ تغیّرِ اَحکام کے نظائر (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں) 36

۴۔ اَفضل ترین عمل کے اِستفسار پر حضور ﷺ کے مختلف جوابات 36

۵۔ قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ محفوظ رکھنے کی ممانعت اور بدلے ہوئے حالات میں اِجازت 45

۶۔ بکری کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کی اجازت 46

۷۔ حضور ﷺ نے مفلس کے لیے محض قرآن کی تعلیم کو حقِ مہر مقرر فرما دیا 47

۸۔ مَردوں کو جلد کی بیماری کے باعث ریشم پہننے کی خصوصی اجازت 49

۹۔ مجبوری کی حالت میں مُردار اونٹنی کا گوشت کھانے کی اِجازت 50

۱۰۔ روزے کے کفّارے میں تبدیلی (کفّارے کا کھانا بھی روزہ توڑنے والے کو ہی دے دیا) 53

۱۱۔ ایک نو مسلم کے لیے اِستثناءً صرف دو نمازیں پڑھنے کی خصوصی رعایت 55

۱۲۔ مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت میں توسیع 56

۱۳۔ دورانِ سفر ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم، سفر کی مشکلات کے باعث حد ساقط کر دی گئی 57

حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریعی خصائص سے فقہی اصول کا استنباط 58

☆ عہدِ فاروقی میں تغیرِ اَحکام کے خصوصی نظائر 61
۱۴۔چور کی غربت و مفلسی کے پیشِ نظر قطعِ ید کی سزا معطل اور اس کے مالک کو دوگنا قیمت ادا کرنے کا حکم 61
۱۵۔زمانہ قحط میں قطع ید کی سزا معطل کر دی گئی 62
۱۶۔کتابیہ عورت سے حکمتاً نکاح کی ممانعت 63
۱۷۔مجرم کے لیے شہر بدری کے حکم کی منسوخی 65
۱۸۔ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک کے بجائے تین طلاقیں شمار کیا گیا، جب کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں ایک ہی شمار ہوتی تھی 66
۱۸۔کرپشن کے مجرم کے لیے تعزیراً دی جانے والی سزا میں اضافہ 68
۱۹۔خون بہا کی ذمہ داری قبیلے سے حکومت کی طرف منتقل کردی گئی 69
۲۰۔شفافیت (transparency) کے لیے اَعلیٰ حکومتی اَہل کاروں کے گھروں کی وقتاً فوقتاً ہنگامی تلاشی کا حکم، جب کہ پہلے اس کی اجازت نہ تھی بلکہ privacy کا حق غالب تھا 70
۲۱۔حضرت عمر ﷛ نے قرآن کے بیان کردہ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ میں سے تالیفِ قلب کی شق کو معطل کردیا 71
☆تغیرِ اَحکام کے دیگر نظائر 73

۲۲۔حضرت عثمان غنی ﷜ نے مطلّقہ عورت کو اُس کے سابقہ شوہر کی وفات کے بعد بھی اس کی وراثت میں سے حصہ دیا جب کہ عدت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی 73

۲۳۔حضرت عمر بن عبد العزیز ﷫ نے مخفی محرکات کے باعث عام تحائف کو بھی رشوت قرار دے دیا 74

۲۴۔تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کی ممانعت، بعد ازاں حِلّت کا فتویٰ 76

☆ تغیرِ اَحکام کے بارے میں فقہاء کی تصریحات 77

۲۵۔فقہاے حنفیہ کی تصریحات 77

(۱) امام اَعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) 77

(۲) امام القدوری (م ۴۲۸ھ) 79

(۳) امام فخر الدین الزیلعی الحنفی (م ۷۴۳ھ) 79

(۴) علامہ بدر الدین عینی (م۸۵۵ھ) 80

(۵) ابن نجیم الحنفی (م۹۷۰ھ) 80

(۶) ابن عابدین الشامی (م۱۲۵۲ھ) 81

(۷) الشیخ مصطفی الزرقا الحنفی 82

۲۶۔فقہاے مالکیہ کی تصریحات 83

(۱) امام مالک (م۱۷۹ھ) 83

(۲) امام ابو عبد اللہ المازری (م۵۳۶ھ) 84

(۳) امام ابو العباس القرافی (م۶۸۴ھ) 85

(۴) علامہ ابن فرحون المالکی (م۷۹۹ھ) 88

(۵) علامہ ابو عبد اللہ المواق المالکی (م۸۹۷ھ) 88

(۶) علامہ عبد الباقی الزرقانی (م۱۰۹۹ھ) 89

۲۷۔فقہاے شافعیہ کی تصریحات 90

(۱) امام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی (م۷۵۶ھ) 90

(۲) امام بدر الدین الزرکشی (م۷۹۴ھ) 90

(۳) امام ابن حجر الہیتمی المکی (م۹۷۳ھ) 91

(۴) الشیخ محمد وھبۃ الزحیلی 91

(۵) الشیخ محمد مصطفی الزحیلی 92

۲۸۔فقہاے حنابلہ کی تصریحات 93

(۱) امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) 93

(۲) علامہ ابن القیم (م۷۵۱ھ) 93

(۳) علامہ محمد الشنقیطی 95

۲۹۔الفقہ العام 96

(۱) الموسوعة الفقهية الكويتية 96

(۲) مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی 96

☆ فتویٰ فکری آزادی کا درس دیتا ہے 97

۳۰۔مجتہدین کے چار مدارج 99

(۱) مجتہد فی الشرع / مجتہد مطلق	99
(۲) مجتہد فی المذہب	99
(۳) مجتہد فی المسائل	100
(۴) مجتہد مقید	100
(i) اَصحابِ تخریج	100
(ii) اَصحابِ ترجیح	101
(iii) اَصحابِ تمیز	102
مقلّد محض	102
خلاصہ کلام	103
مصادر و مراجع	105

حرفِ آغاز

اِسلام ابدی دین ہےاور اس کے اَحکام کو اُلوہی حکمت پر مبنی ہونے کی وجہ سے بقا اور دوام حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے اِس کی جملہ تعلیمات اور اَحکامات میں آفاقی وسعت اور ہمہ گیریت رکھی ہے، جس کے باعث یہ تمام زمانوں کے حالات کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی قدرتی صلاحیت رکھتا ہے۔اِس کے اَحکامات میں شارع کی طرف سے نرمی، سہولت اور لچک کی وسیع گنجائش رکھی گئی ہے، جو بدلتے ہوئے زمانوں کے تقاضوں کے مطابق حکمی اور حکمتی تغیر و تبدل کو اپنے اندر جذب کر لینے کی بڑی اِستعداد رکھتا ہے۔

زندگی جمود اور تعطل نہیں بلکہ تحرّک اور تغیّر و تبدّل کا نام ہے۔ تغیراتِ زمانہ اور اِنقلاباتِ اَحوال زندہ اور بیدار قوموں کے لیے مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ اسلامی قوانین ہر زمانے کے بدلتے ہوئے حالات و عادات اور اَحوال و ظروف کے مطابق اِنسانوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ ان قوانین میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت اور لچک رکھی ہے کہ ان میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اسلامی قوانین کی بنیاد حکمت و مصلحت، بندوں کی دنیاوی فلاح و بہبود اور اُخروی مغفرت و نجات پر ہے۔ وہ اَحکام جو معاملاتِ دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ان میں بالخصوص مصلحتِ عامہ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مصلحت اور عِلّت زمانے کے تقاضے بدل جانے سے تبدیل ہو جاتی ہے، لہٰذا جب بنیاد بدل جائے تو اَحکام کا بدلنا بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس لیے احکام المعاملات کو زمانے کی بدلتی ہوئی حکمتوں اور علتوں پر پرکھا

جائے گا۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر وہ قانون جو فرد یا افرادِ معاشرہ کو ظلم و جور سے محفوظ رکھنے کے لیے بنا ہے، اس میں فیصلے کے وقت معاشرے کی موجودہ صورتِ حال اور بدلتے حالات کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ جس انداز میں فرد اور معاشرے کے حالات و واقعات میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، اِسی انداز اور تناسب سے ان قوانین میں بھی تبدیلی کی گنجائش موجود ہوتی ہے، بالفاظِ دیگر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیلی ہی ان قوانین کو بقاءو دوام، عوامی اِفادیت اور بین الاقوامی مقبولیت کا حامل بناتی ہے ورنہ جمود، اسلامی قوانین کو متحرک انسانی زندگی سے لاتعلق کر دیتا ہے۔اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اب قانون وضع کرنے یا نافذ کرنے میں بات صرف حاجت و ضرورت کی نہیں رہی بلکہ جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کا سوال ہے۔اگر یہ نہ ہو تو ایسے بے لچک قوانین ایک مخصوص زمانے، علاقے اور طبقے تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

مصلحتِ عامہ اسلامی قوانین کی روح (spirit) اور بنیاد ہے۔اِس بنیادی اُصول سے مراد یہ ہے کہ نفوسِ انسانی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی اس عنایت اور اہتمام کو جان لیا جائے، جس کے پیشِ نظر انسانوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح و تہذیب اور ان کی زندگی کے جائز اَحوال و واقعات کے لیے نرمی، وسعت اور سہولت کی فراہمی ہے۔فقہ اسلامی کے تمام قوانین اور قواعد و ضوابط کی اصل بنیاد یہی حکمت و مصلحت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے زمانہ اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ قوانین میں رعایت کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ ان نظائر (precedents) کو خلفاے راشدین نے بھی اپنے عدالتی فیصلوں میں مدِ نظر رکھا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بالخصوص اس موضوع پر قوانین بنائے گئے اور تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَحْوَالِ وَالزَّمَانِ (حالات اور زمانہ بدلنے سے اَحکام کا بدل

جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے) ایک باقاعدہ اصول بن گیا؛ جس پر فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے ائمہ و مجتہدین نے اپنی کتبِ فقہ میں باقاعدہ ابواب قائم کیے اور اس اصول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے عظیم نعمت اور برکت قرار دیا۔ قاضیانِ عظام اور مفتیانِ کرام کے لیے فیصلہ یا فتویٰ سنانے کے لیے ضروری قرار دیا کہ انہیں اس علاقے، ملک یا طبقے کے معروضی حالات اور مخصوص واقعات کا علم ہو، جن کا مسئلہ زیرِ بحث ہے۔ اِسی طرح جس وقوعہ یا قضیہ کی نسبت عدل و اِنصاف کی فراہمی کے لیے حکمِ شرعی کا اِستنباط یا اِطلاق مقصود ہے، اس کے تمام وقائع، عوامل، محرکات اور جملہ ظاہر و مخفی متعلقات کا بجمیع وجوہ اِحاطہ و اِدراک بھی ناگزیر ہے تاکہ ہر واقعہ کے اپنے مخصوص حالات و واقعات کی روشنی میں اس کے لیے متعلقہ حکم وضع کیا جاسکے۔ انسانی معاشرہ، مخصوص حالات اور قانون کا باہمی سہ جہتی رشتہ نہ جاننے کے باعث مفتیانِ کرام اور قاضیانِ عظام میں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اسلامی قانون سازی یا اِطلاقِ حکم کا دائرۂ کار محدود ہونے کا خطرہ ہے۔اگر تبدیلی کی اِس گنجائش کو ختم کر دیا جائے تو شریعت جامد ہو کر رہ جائے گی۔

اس مختصر رسالے میں نفسِ مسئلہ کے تناظر میں اِسلام کے بنیادی مصادر اور منابع سے چند ضروری دلائل اور نظائر جمع کیے گئے ہیں تاکہ بدلتے ہوئے حالات میں قانون کی تبدیلی کے باب میں قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ، اَقوالِ تابعین و تبع تابعین اور مجتہدینِ اُمت کی آراء سے اِجتہادی طریق پر استفادہ کیا جائے، اور قاضیانِ کرام اور مفتیانِ عظام پورے اطمینان و ایقان کے ساتھ قرآن و حدیث کے اصولوں کے مطابق، بزرگانِ دین اور سلف صالحین کی پیروی میں درست اور صائب فیصلے کر سکیں، جن سے حق دار کو اس کا حق ملے اور غیر مستحق کو کسی کی حق سلبی سے روکا

جاسکے۔ مزید برآں گناہ گار اپنی ذمہ داری سے بری نہ ہونے پائے اور بے گناہ ناحق سزا یاب نہ ہونے پائے۔

خادمِ اُمت و اِنسانیت

(محمد طاہر القادری)
یکم رمضان ۱۴۴۰ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

۱۔ فلاحِ عامہ کے عمومی قوانین میں تبدیلی کا اُصول اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے

قرآن مجید کا بنیادی موضوع انسان ہے۔اس کی تمام تر تعلیمات فلاحِ انسان کے گرد گھومتی ہیں۔فلاحِ اِنسانیت کے جملہ قوانین میں حالات و واقعات کے تناظر میں تبدیلی کا اصول خود شارع یعنی اللہ رب العزت نے کتابِ مبین میں کئی مقامات پر واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔اَحکامِ شرع کی ہمہ گیریت، لچک، وسعت، تغیّر اور ابدیت و آفاقیت کے بارے میں شارع کا فرمان ہے:

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا﴾(۱)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔

---

(۱) المائدۃ، ۵/ ۳.

اس آیۂ کریمہ میں اللہ رب العزت نے استنباطِ احکام کے تین بنیادی اصول و قاعدے بیان فرمائے ہیں، جنہیں دین کے تین حصے یا جہتیں بھی کہا جا سکتا ہے۔ ذیل میں موضوع کی مناسبت سے اس آیت کریمہ کی وضاحت درج کی جا رہی ہے:

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ﴾ (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا)

آیت کے اس پہلے حصے میں دین کا ایک پہلو بیان ہوا ہے، جس میں اللہ رب العزت نے دین کی تکمیل کا پیغام دیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ دین قیامت تک آنے والے لوگوں کی راہ نمائی کے لئے ہے تو پھر اس آیت کے نزول کے وقت تکمیلِ دین سے کیا مراد ہے؟ کیا دین اُس دور کے لئے مکمل کیا گیا یا قیامت تک کے آنے والے ہر دور میں انسانی زندگی کی راہ نمائی کے لئے ایک مکمل دین ہے؟ لازمی بات ہے کہ دینِ اسلام قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے راہ نمائی کا ساماں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر احکامِ شرع کو ہر دور کی انسانی زندگی کے لئے مکمل کیا گیا ہے تو کیا انسانی زندگی اپنے خواص، احوال، ضروریات، کیفیات، معاشرتی، معاشی اور سیاسی ظروف و احوال اور ضروریاتِ شرع کے اعتبار سے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد اُسی جگہ کھڑی ہے جہاں چودہ سو سال پہلے اِس آیت کے نزول کے وقت کھڑی تھی یا تحرّک و تغیّر پذیر ہے؟ یہ امر بھی واضح ہے کہ زندگی ہر آن و لحہ حرکت اور تبدیلی کی طرف گامزن ہے۔

مذکورہ دونوں سوالات اور ان کے جوابات کے تناظر میں اگر ہم تکمیلِ دین کا معنٰی نزولِ آیت کا وقت لیں تو اس سے ایک طرف اَحوال و ظروفِ زندگی میں

تحرّک و تغیّر کے بجائے جمود کا ثبوت ملے گا اور دوسری طرف دین کی آفاقیت و ابدیت بھی متاثر ہوگی۔ عملی صورت میں انسانی زندگی متحرّک و ارتقا پذیر ہے۔ ہر دور کی انسانی زندگی کے تحرّک و تغیّر کے ساتھ اگر احکامِ شرع میں بھی تغیّر و تبدل نہ ہو تو دین ہر زمانے میں ﴿أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ کا آئینہ دار نہیں رہے گا۔

اگر زندگی تغیّر پذیر ہو مگر تعلیمات و احکامِ دین کے اندر بدلتے زمانے کے ساتھ تغیّر و تبدّل کا امکان نہ ہو تو پھر دین اور زندگی ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ گویا بدلتے حالات کے ساتھ احکام کا بدلنا ہی دین میں تکمیل کے پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ اگر دین اور زندگی کو ایک ساتھ چلنا ہے تو پھر دین میں بدلتے حالات و عادات کے ساتھ چلنے کی بنیادی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

﴿وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ (اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی)

آیت کریمہ کا دوسرا حصہ دین کا دوسرا پہلو واضح کرتا ہے۔ اِس حصہ میں اللہ رب العزت نے واضح فرما دیا ہے کہ انسانیت پر اس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اُس نے ہمیں دین جیسی عظیم نعمت بطورِ دستورِ حیات عطا کی ہے اور انسانی معاشرے کے لیے دین سے بڑھ کر کوئی عظیم نعمت نہیں ہو سکتی۔ اگر دُنیا کے کسی علاقے، ملک یا زمانے کے بدلتے حالات میں عامۃ الناس احکامِ دین سے مستفید نہ ہو سکیں تو ایسی صورتِ حال میں دین اُن کے لئے نعمت نہیں ہو سکتا۔ جس طرح انسان آقا ﷺ کے دورِ اقدس میں بدلتے حالات میں احکام کی تبدیلی سے فیض یاب ہوتے تھے، اگر آج کا انسانی معاشرہ بھی اُسی انداز میں دین سے فیض یاب نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں دین اُس کے لیے نعمت نہیں ہو سکتا۔ اگر دین ہر زمانے کے لئے نعمت ہے تو اس کا

واضح مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی ہر زمانے میں دین سے یکساں مستفید ہوتی رہے۔ دین ایک دائمی نعمت تبھی بنے گا جب وہ ہر زمانے اور ہر قسم کے حالات و واقعات میں اپنے ماننے والوں کی نہ صرف راہ نمائی کرے گا بلکہ اُنہیں عمل کرنے کے لیے آسانیاں بھی عطا فرمائے گا۔

﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا﴾ (اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا)

آیت مبارکہ کا یہ حصہ دین کا تیسرا پہلو بیان کرتا ہے۔ اس حصے میں ضمیر ﴿لَكُمُ﴾ کے تعیّن سے دین کی آفاقیت و ابدیت متعین ہو جاتی ہے۔ اگر ﴿لَكُمُ﴾ کا مخاطب نزولِ آیت کے زمانے کے لوگ یا معاشرہ یعنی صحابہ کرام ﷺ کو لیا جائے، تو اِس صورت میں دین کے جمود کا تصور ابھرتا ہے کہ شاید یہ اُسی دور کے لوگوں کے لیے بطورِ دین پسند کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ اس لیے کہ ﴿لَكُمُ﴾ کا مخاطب صرف صحابہ کرام ﷺ نہیں بلکہ قیامت تک کا انسانی معاشرہ ہے۔ لہٰذا اِس حصہ آیت کا واضح مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کے انسانی معاشرہ کے لئے دین کو بطورِ نظامِ زندگی چُن لیا گیا ہے۔ وہ دین اللہ کا منتخب نظامِ زندگی نہیں بن سکتا جو ہر دور کی بدلتی ضروریات کی کفالت نہ کر سکے۔ لہٰذا اِس آیت کے ان تینوں پہلوؤں سے واضح ہوتا ہے کہ اَحکامِ شرع میں بدلتے زمانے، احوال، عادات اور ظروف سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔

۲۔ دین میں آسانی کے پہلو کی مدحت

دینِ اسلام میں بدلتے زمانے اور تغیرِ احوال کے پیشِ نظر ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے اور ہر مسئلہ کے حل کی صلاحیت کے موجود ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے جملہ پہلوؤں اور تعلیمات کے اندر اللہ تعالیٰ نے آسانی وسہولت کو مقدم رکھا ہے۔ حتیٰ کہ متعدد آیاتِ قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے یُسر (آسانی) کو پسندیدہ اور ترجیحی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی اور وسعت کے پہلو کو پسندیدہ محل میں ذکر فرما کر اسے نرم اور مطابقت اختیار کرنے والا ہم آہنگ (integrating) دین بنایا ہے اور دوسری طرف اس سے تنگی کا ذکر ناپسندیدہ محل میں کر کے دین کو جمود سے نکالا ہے۔

(۱) ارشاد فرمایا:

﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ﴾[۲]

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔

اِس آیت میں یُسر (آسانی) کا ذکر، محلِ مدحت میں، جب کہ عُسر (تنگی) کا ذکر محلِ مذمت میں کیا گیا ہے۔

(۲) دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝ إِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا﴾[۳]

---

(۲) البقرة، ۲/ ۱۸۵.

(۳) الشرح، ۹٤/ ٥-٦.

سو بے شک ہر دشواری کے ساتھ آسانی (آتی) ہےo یقینا (اس) دشواری کے ساتھ آسانی (بھی) ہےo

گویا انسان کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے کہ تنگی سے پریشان نہیں ہونا، ان شاء اللہ بہت جلد آسانی بھی آئے گی۔ اگر دین میں لچک ہوگی اور بدلتے حالات کے ساتھ ہم آہنگی پائی جائے گی تو دین پر عمل کرنا آسان ہوگا اور اگر لچک نہیں ہوگی تو سختی ہوگی۔ آسانی ہمیشہ لچک، متبادل اور گنجائش مانگتی ہے۔ اِس لیے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے وسعت، لچک، گنجائش اور آسانی کا ارادہ فرماتا ہے۔

(۳) دین میں آسانی کے باب کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْۚ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَٰنُ ضَعِيفًا﴾(٤)

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے، اور اِنسان کمزور پیدا کیا گیا ہےo

تغیرِ زمان و مکان کی وجہ سے احکامِ دین پر عمل کرنے میں جو مشکل پیش آتی ہے، اللہ رب العزت اُس بوجھ کو ہلکا کر کے دین پر عمل کو آسان بنانا چاہتا ہے۔ عام حالات میں جو نماز فرض تھی حالتِ سفر میں اس قدر نماز کی ادائیگی ذرا مشکل تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اِس بوجھ کو ہلکا کر کے چار کے بجائے دو فرض ادا کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ عام حالات میں فرض روزے کو چھوڑنے کی سخت سزا ہے مگر حالتِ سفر، بیماری اور بڑھاپے میں اس بوجھ کو ہلکا کر دیا۔

---

(٤) النساء، ٤/ ٢٨.

علیٰ ہذا القیاس اگر نظامِ زندگی میں معاشی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی بوجھ تو ہلکے ہو جائیں مگر دین پر عمل کرنے کے اعتبار سے بوجھ ہلکا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کا مطلب کیا ہوگا؟ دین میں آفاقیت و ہمہ گیریت کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہر زمانے میں دُنیا کے ہر کونے میں بسنے والے کی ہر شرعی ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اِس کے اندر ہر زمانے کے حالات سے ہم آہنگ ہونے کی قدرتی صلاحیت موجود ہے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بطورِ شارع، احکامِ دین میں تغیّرِ زمانی و مکانی اور احوال و عادات کے تغیّر کو سمو لینے کی صلاحیت رکھی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زندگی جمود و تعطل نہیں بلکہ مسلسل تحرّک و تغیّر کا نام ہے۔

جس طرح نظام زندگی میں تغیّر و تحرّک رونما ہوتے ہیں اور اجتماعی زندگی میں نئے نئے ظروف و احوال جنم لیتے ہیں، اسی مناسبت سے بدلتے حالات کے ساتھ دین بھی ایسی مطابقت پیدا کرتا ہے کہ بندہ دین پر عمل کرنے میں آسانی محسوس کرے۔

۳۔ دین میں آسانی اور سنتِ رسول ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں بدلتے حالات اور لوگوں کی عرف و عادت کے مطابق قوانین میں تبدیلی کے ذریعے امت کی راہ نمائی فرمائی ہے۔ دین میں آسانی کے اِس پہلو کا جب آقا ﷺ کی عملی حیاتِ طیبہ کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں، تو آپ ﷺ کے تشریعی اختیارات میں شرعی قوانین سازی کا یہ بنیادی اصول واضح نظر آتا ہے۔

آقا ﷺ کے سامنے جب ایک ہی کام سے متعلق دو اَحکام (commandments) یا اختیار (options) آتے تو آپ ﷺ اُن دو میں سے آسان راہ اختیار فرماتے۔ گویا آپ نے دو options میں سے اپنی زندگی میں آسان عمل

اختیار کرکے دین میں لچک اور نرمی کا اصول مہیا کر دیا تا کہ امت کو سنتِ نبوی ﷺ سے دین کی روح کا فہم حاصل ہو سکے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا(٥).

جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت ملی تو آپ ﷺ نے آسان کو اختیار فرمایا، جبکہ اس میں گناہ نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کی اساس یسر (آسانی) پر ہے، عُسر (تنگی) پر نہیں۔

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب بھی کسی صحابی کو گورنر، مفتی، قاضی یا سپہ سالار بنا کر دوسرے علاقوں کی طرف روانہ کرتے تو فرماتے:

«يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا»(٦).

آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ پھنساؤ۔ خوش رکھو اور متنفر نہ کرو۔

---

(٥) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، ٣/ ١٢٨٧، الرقم/ ٣٣٨٧.

(٦) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب العلم، بَاب مَا كَانَ النَّبِيُّ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا، ١/ ٣٨، الرقم/ ٦٩، ومسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب الأمر بالتيسير وترك التنفير، ٣/ ١٣٧٨، الرقم/ ١٧٢٣.

آپ ﷺ تعلیم فرماتے کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا یعنی لوگوں کو دین اس طرح دینا کہ اُنہیں خوش خبری لگے، اس طرح پیش نہ کرنا کہ لوگوں کی طبیعتیں دین سے باغی ہو جائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس عمل سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ دین کے آسانی کے پہلو کو مدِ نظر رکھ کر لوگوں کو دین کی طرف راغب کریں، مشکل میں ڈال کر منتشر نہ کریں۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجدِ نبوی میں قضاے حاجت کے لیے بیٹھ گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے پکڑنے لگے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

«فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ»(۷).

تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنایا گیا ہے، نہ کہ تنگیاں اور مشکلیں پیدا کرنے والا۔

جو دین آقا ﷺ نے امت کو عطا کیا اور جس کے حاملین جماعتِ صحابہ کو بنایا، اُنہیں دین کا آسانی پر مبنی فہم بھی عطا کیا۔ حضور ﷺ کے اس فرمان سے بھی صاف عیاں ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے دین کا جو فہم و تصور دیا، وہ وسعت، لچک، نرمی اور آسانی پر مبنی تھا اور یہی وہ بنیادی عناصر ہیں جو بدلتے ہوئے احوال و واقعات کے تناظر میں شرعی احکام میں رعایت اور تبدیلی کے متقاضی ہیں۔

---

(۷) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد، ۱/ ۸۹، الرقم/ ۲۱۷؛ وأيضًا في كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ: «يسروا ولا تعسروا»، ۵/ ۲۲۷۰، الرقم/ ۵۷۷۷.

تغیّرِ حکم کے قرآنی نظائر

شرعی احکام میں رعایت اور تبدیلی کے مقصد و مدعا کو بیان کرنے کے بعد اب قرآن مجید کی روشنی میں تغیّرِ احکام کی امثال کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔استثنائی و اضطراری حالت

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے دینِ اسلام میں موجود وسعت، آسانی اور لچک کے پہلو کو اِس حد تک بیان کیا ہے کہ کلیتًا حرام کردہ اشیاء کے شرعی حکم میں بھی احوال و واقعات کے تناظر میں رعایت و تبدیلی کی اجازت دی ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِۖ فَمَنِ ٱضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٖ وَلَا عَادٖ فَلَآ إِثۡمَ عَلَيۡهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ﴾

اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، مگر جو شخص سخت مجبور ہو جائے، نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہےo

(۲) یہی حکم سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۴۵ میں یوں آیا ہے:

﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٖ يَطۡعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيۡتَةً أَوۡ دَمٗا مَّسۡفُوحًا أَوۡ لَحۡمَ خِنزِيرٖ فَإِنَّهُۥ رِجۡسٌ أَوۡ فِسۡقًا أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦۚ فَمَنِ ٱضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٖ وَلَا عَادٖ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾

آپ فرما دیں کہ میری طرف جو وحی بھیجی گئی ہے اس میں تو میں کسی (بھی) کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا، سوائے اس کے کہ وہ مُردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سُؤر کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے یا نافرمانی کا جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت لاچار ہو جائے، نہ تو نافرمانی کر رہا ہو اور نہ حد سے تجاوز کر رہا ہو تو بے شک آپ کا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہےo

(۳) سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦۖ فَمَنِ ٱضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٖ وَلَا عَادٖ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾

اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، حرام کیا ہے، پھر جو شخص حالتِ اضطرار (یعنی انتہائی مجبوری کی حالت) میں ہو، نہ (طلبِ لذت میں احکامِ الٰہی سے) سرکشی کرنے والا ہو اور نہ (مجبوری کی حد سے) تجاوز کرنے والا ہو، تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہےo

(۴) اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۱۹ میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا ٱضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾

اس نے تمہارے لیے ان (تمام) چیزوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، سوائے اس (صورت) کے کہ تم (محض جان بچانے کے لیے) ان (کے بقدرِ حاجت کھانے) کی طرف مجبور ہو جاؤ (سو اب تم اپنی طرف سے اور چیزوں کو مزید حرام نہ ٹھہرایا کرو)۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں یعنی مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کردہ جانور کی حرمت بیان کی ہے۔ ان سے بڑھ کر کائنات میں کوئی چیز حرام اور ناپسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان حرام اشیاء کا حکم بیان کرنے کے ساتھ ہی اضطراری حالت میں اِن اشیاء کا استثنائی حکم بھی بیان کر دیا تاکہ مجبور و بے بس کے لیے آسانی کا پہلو قائم رہے اور اگر کسی کو جان کا خطرہ ہو تو ان حرام اشیاء کو بھی حسبِ ضرورت استعمال میں لا سکے۔ اس سے ہمیں قرآن کی قانون سازی کی حکمت (Qur'anic juristic wisdom) کا اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ دورانِ جنگ خوف کے باعث نماز کے طریقے میں تبدیلی (نمازِ خوف کا حکم)

دینِ اسلام میں نماز ادا کرنے کا ایک مخصوص طریقہ بیان کر دیا گیا ہے مگر جب حالات امن سے جنگ میں تبدیل ہو جائیں تو ایسی صورتِ حال میں اللہ رب العزت نے نماز کا طریقہ یکسر تبدیل فرما دیا۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۰۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ ٱلصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓاْ أَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْيَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّواْ فَلْيُصَلُّواْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَٰحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَن تَضَعُوٓاْ أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُواْ حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾

اور (اے محبوب) جب آپ ان (مجاہدوں) میں (تشریف فرما) ہوں تو ان کے لیے نماز (کی جماعت) قائم کریں پس ان میں سے ایک جماعت کو (پہلے) آپ کے ساتھ (اقتدء) کھڑا ہونا چاہیے اور انہیں اپنے ہتھیار بھی لیے رہنا چاہئیں، پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو (ہٹ کر) تم لوگوں کے پیچھے ہو جائیں اور (اب) دوسری جماعت کو جنھوں نے (ابھی) نماز نہیں پڑھی آ جانا چاہیے پھر وہ آپ کے ساتھ (مقتدی بن کر) نماز پڑھیں اور چاہیے کہ وہ (بھی بدستور) اپنے اسبابِ حفاظت اور اپنے ہتھیار لیے رہیں، کافر چاہتے ہیں کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر دفعتاً حملہ کر دیں، اور تم پر کچھ مضائقہ نہیں کہ اگر تمھیں بارش کی وجہ سے کوئی تکلیف ہو یا بیمار ہو تو اپنے ہتھیار (اُتار کر) رکھ دو، اوراپنا سامانِ حفاظت لیے رہو۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہےo

اس آیتِ مبارکہ میں صلوٰۃ الخوف کی ادائیگی کا ایسا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اس طریق پر عام حالات میں نماز کی ادائیگی تو دور کی بات ایسا عمل کرنے سے نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ نماز کے لیے قبلہ رُخ ہونا لازمی ہے مگر صلوٰۃ الخوف کی ادائیگی کے دوران قبلہ کی طرف رُخ برقرار ہی نہیں رکھا جا رہا بلکہ دشمن کی وجہ سے قبلہ کی طرف سے بھی رُخ بار بار پھیرا جا رہا ہے۔ اسی طرح نماز میں قیام فرض ہے مگر یہاں تو بھاگ دوڑ ہو رہی ہے، نماز بھی پڑھی جا رہی ہے اور ہتھیار اٹھا کر دشمن کا مقابلہ بھی کیا جا رہا ہے۔ اس ساری صورتِ حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینِ اسلام مجبوری کی حالت (pressing necessity) میں احکام کی تنفیذ میں کتنا بامروّت اور ملنسار (accommodating) ہے اور تغیّرِ حالات میں کتنی لچک دیتا ہے اور مجبوریوں میں کس طرح adjust کرتا ہے۔

اِسی طرح سنت مبارکہ میں بھی صلوٰۃ الخوف کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ. فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي لَنَا. فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ تُصَلِّي وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ، فَجَاؤُوْا فَرَكَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ. فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ(٨).

---

(٨) أخرجه البخاري في الصحيح، أبواب صلاة الخوف، ١/ ٣١٩، الرقم/ ٩٠٠؛ والنسائي في السنن، كتاب صلاة الخوف، ٣/ ١٧١، الرقم/ ١٥٣٩.

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا۔ ہم دشمن کے سامنے صف آراء ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ایک گروہ آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا رہا اور دوسرا دشمن کے مقابلے پر۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ والوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے، پھر یہ اس گروہ کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب پہلا گروہ واپس آگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ساتھ ایک اور رکعت کا رکوع اور دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیر دیا۔ پس ان میں سے ہر گروہ نے بقیہ نماز خود پڑھی اور رکوع و سجود کیے۔

ان فرامین کے مطابق جب اَحوال و ظروف بدل جائیں اور عام حالات کے بجائے اِضطراری حالات پیدا ہوجائیں تو ان میں شرعی اَحکام کی نوعیت تبدیل ہوجاتی ہے۔ ان کا نفاذ اس خاص حالت میں ممنوع ہوجاتا ہے یا معطل ہوتا ہے، یا بعض اَفراد اس اِضطراری حالت کے باعث اس حکمِ عام سے مستثنیٰ ہوجاتے ہیں۔

۳۔ تحقیقِ مناط کے اُصول کے تحت تعینِ حکم کے پیمانے مختلف ہو جاتے ہیں

قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ سے تغیرِ احکام کی ایک مثال تحقیقِ مناط کے اصول کے تناظر میں بھی ہے۔ ’مناط‘ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز لٹکائی جائے۔ رَسّی کو ستون سے باندھنے کو نَطْتُ الْحَبْلَ بِالْوَتَدِ کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ’مناط‘ علّت (وجہ یا سبب) کو کہتے ہیں۔ مجتہد، قاضی یا مفتی کے لیے اس بات کا جاننا انتہائی ضروری ہے کہ حکم کی علت کیا ہے اور یہ کہاں اور کن صورتوں میں پائی جاتی ہے؟

شریعت کے احکام، مصلحت اور علت پر قائم کیے گئے ہیں۔ ہر حکم کی ایک علت ہوتی ہے جس کی بنیاد ایک مصلحت ہوتی ہے۔ جب تک وہ مصلحت قائم رہتی ہے تو حکم بھی قائم رہتا ہے۔ جب وہ مصلحت - جس پر حکم قائم تھا - بدل جاتی ہے تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔ گویا جو حکم کسی علت و مصلحت پر قائم ہو، اُس مصلحت و علت کے بدلنے سے وہ حکم بھی بدل جاتا ہے۔ اسی پر انسانی زندگی کی فلاح کا دار و مدار ہے۔

تحقیقِ مناط کے اصول کو مندرجہ ذیل امثلہ سے سمجھنے میں آسانی ہو گی:

(۱) اللہ تعالیٰ نے دو عادل اَفراد کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَشۡهِدُواْ ذَوَيۡ عَدۡلٖ مِّنكُمۡ﴾(۹)

اور اپنوں میں سے دو عادل اَفراد کو گواہ بنا لو۔

ہمارے ہاں عدالت کا معنی معروف ہے۔ اس طرح حکم تو اپنی دلیلِ شرعی کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے، لیکن محلِ حکم کی تعیین باقی ہے۔ لہٰذا جس جس شخص میں عدالت کی صفات پائی جائیں گی وہ اس کا محل ہوگا؛ یہ اس لیے کہ عدالت ایک عام وصف ہے مگر لوگ اس وصف میں مختلف درجہ رکھتے ہیں؛ کیونکہ جب ہم عدالت کے وصف پر غور کرتے ہیں تو ہم اس وصف کے ساتھ متصف عدول (عادل اشخاص) کی دو اَطراف یعنی دو اِنتہائیں اور ایک وسط پاتے ہیں۔ درجۂ عدالت کی طرفِ اَعلیٰ میں کوئی اِشکال نہیں ہے، سب کے لیے قابلِ قبول ہے، جب کہ طرفِ اَدنیٰ وصفِ عدالت کے تقاضا سے خارج ہو جانے کا پہلا درجہ ہے۔ ان دونوں اَطراف (اَعلیٰ اور اَدنیٰ) کے درمیان پھر لاتعداد مراتب ہیں۔ ان سب کا تعین یا قبولیت اور

---

(۹) الطلاق، ٦٥/ ٢.

عدمِ قبولیت کا فیصلہ قاضی حالات، ماحول، مقتضیات، مقدمہ، قضیہ کے واقعات اور دیگر متعلقہ اُمور کو سامنے رکھ کر کرے گا کہ کس کا کون سا درجۂ عدالت کس معاملے میں مقبول ہے اور کس معاملے میں نامقبول۔

(۲) اِسی طرح فرمانِ اِلٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُواْ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[۱۰]

اور تم یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو (یتیم کے لیے) بہتر ہو۔

اب اس مالِ یتیم کے خرچ میں بھی غور و فکر کی کافی گنجائش موجود ہے۔ 'اچھے طریقے سے یتیم کا مال کسی کے سپرد کرنے' کا فیصلہ کہ آیا وہ طریقہ اچھا ہے یا نہیں، یہ بھی حالات پر منحصر ہے۔ دیکھنا ہو گا کہ صاحبِ مال یتیم کی کفالت کون کر رہا ہے اور اُس کفیل کی اپنی مالی حالت کیا ہے۔ یتیم کے مال میں سے اُس کی کفالت کی غرض سے حسبِ ضرورت وصول کرنے کا طریقہ اور حق دار کا حکم، کفیل کی مالی اِستعداد، یتیم کی ضرورت اور کفالت سے متعلقہ دیگر معاملات کے مختلف ہونے سے بدل جائے گا۔ اِسی طرح اگر یتیم کا مال کسی تاجر کو تجارت کے لیے دیا جائے تو تاجر اس کے منافع میں سے کتنا حصہ حاصل کرے گا اور یتیم کو کتنا لوٹائے گا۔ الغرض اِن اُمور کے اَحکام بھی اَفراد کے اِختلافِ اَحوال کے مطابق مختلف ہوں گے۔

(۳) اِسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَٰكِينِ﴾[۱۱]

---

(۱۰) الإسراء، ۱۷/ ۳٤.

(۱۱) التوبة، ۹/ ٦۰.

بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں کے لیے ہیں۔

اِس حکم کے بعد یہ مسئلہ تعین طلب رہے گا کہ جس شخص کو صدقات دیے جارہے ہیں آیا وہ شخص معروضی حالات میں قرآن مجید میں مذکور فقراء و مساکین کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر خمر اور رِبا کو حرام قرار دیا ہے، مگر کسی معیّن مشروب میں کلام باقی رہ سکتا ہے کہ آیا وہ خمر کے حکم میں آتا ہے یا نہیں؟ یہ ایسی نوع ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں بلکہ تمام عقلاء و فقہاء کا اتفاق ہے کہ شارِع کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ہر ایک فرد کے حکم پر نص بیان کرے، بلکہ شارِع عمومی کلام کرتا ہے یا عمومی حکم دیتا ہے، مگر اس حکم کی بعض تفصیلات، تعیینات، اِستثنائی اَحکامات یا تنفیذی شرائط و قیودات متعین کرنے کا حق حکام، فقہاء، قضاۃ اور صاحبانِ اِفتاء کے پاس باقی رہتا ہے۔

(۴) مزید برآں یہ بھی طے شدہ اَمر ہے کہ چونکہ تحقیقِ مناط کا تعلق نوعِ اِجتہاد سے ہے، اِس لیے اس کا کسی منصوص شرعی دلیل کی طرف اِستناد ہمیشہ لازمی نہیں ہوتا، بلکہ جو شے دل کو بھلی لگے اور نفس کو اس پر اطمینان حاصل ہو، اس کی طرف بھی اس کا اِستناد بطور ایک دلیل کے ہوسکتا ہے۔ انسان کے دل کو اچھی لگنے والی غیر ممنوعہ اَشیاء اور وہ اَشیاء جن پر مفتی یا قاضی کا نفس مطمئن ہو، ان کے حوالے سے بھی کئی اَحادیثِ نبوی ﷺ مروی ہیں۔ ان کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی اَحادیث اس نوعِ اِجتہاد پر دلالت کرنے والی شرعی نصوص ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک یہ ہے:

«دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ»(١٢).

شک و شبہ والی چیز کو چھوڑ کر اُس چیز کو اِختیار کرو جس پر دل کو شبہ وارِد نہ ہو۔

اور اِسی کے تعلق میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

«اسْتَفْتِ نَفْسَكَ، الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَاطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ»(١٣).

اپنے دل سے فتوی لو، نیکی وہ ہوتی ہے جس میں قلب مطمئن ہوتا ہے اور نفس کو سکون ملتا ہے۔ جب کہ گناہ وہ ہوتا ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتا ہے اور اس کے سبب دل متردد رہتا ہے، اگرچہ لوگ تمہیں (اس کے حلال ہونے کا) فتویٰ ہی کیوں نہ دیتے رہیں۔

دل سے فتویٰ لینے اور کسی کام پر دل کے اطمینان کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اگر ہم کسی ایسے سفر میں یا ایسی جگہ پر ہیں جہاں قبلہ کی سمت معلوم کرنا مشکل ہے، تو وہاں دل کا فتویٰ ہو گا۔ غور و فکر کے بعد دل جس طرف جم جائے، اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں، اگرچہ حقیقت میں وہ قبلہ کی سمت نہ بھی ہو مگر دل کی طمانینت کے ساتھ نماز کی یہ ادائیگی درست ہو گی۔

---

(١٢) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب البيوع، باب تفسير المشبهات، ٢/ ٧٢٤ (ترجمة الباب)؛ والترمذي في السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب: (٦٠)، ٤/ ٦٦٨، الرقم/ ٢٥١٨.

(١٣) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٤/ ٢٢٨، الرقم/ ١٨٠٣٠.

تغیّرِ اَحکام کے نظائر
(احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

قرآن مجید کی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال اور پوری سیرت طیبہ سے بھی ہمیں ایسے متعدد نظائر ملتے ہیں جن میں ایک طرف تو دین کا آسانی و سہولت والا پہلو آشکار ہوتا ہے تو دوسری طرف احوال و واقعات کے بدلنے پر شرعی احکام میں رعایت و تبدیلی کا اصول اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ اب اس ضمن میں احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں:

۴۔ اَفضل ترین عمل کے اِستفسار پر حضور ﷺ کے مختلف جوابات

حضور نبی اکرم ﷺ سے مختلف اوقات میں سب سے افضل اور اَعلیٰ عمل کے بارے میں دریافت کیا جاتا رہا ہے۔ کبھی آپ ﷺ بغیر سوال کے از خود ہی بعض اُمور کے بارے میں آگاہ فرما دیا کرتے تھے، مگر سائلین کو مختلف حالات، طبائع اور ضروریات کے اعتبار سے آپ ﷺ نے مختلف جوابات دیے ہیں۔ اگر ہم ان سب سے علی الاطلاق ایک دلیل یا ایک حکم اَخذ کرنے لگیں تو یہ اَمر کسی عمل کو سب پر فضیلت دینے میں تضاد اور تناقض کا باعث بن جائے گا۔ اس کی چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ».

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔

پھر کہا گیا: اس کے بعد سب سے اَفضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ».

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد۔

پھر کہا گیا: اِس کے بعد کون سا عمل افضل ترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«حَجٌّ مَبْرُورٌ»(١٤).

حج مبرور (مقبول حج)۔

(۲) اسی طرح ایک اور موقع پر آپ ﷺ سے پوچھا گیا:

أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: «اَلصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا». قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «بِرُّ الْوَالِدَيْنِ»، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ»(١٥).

---

(١٤) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ٢/ ٥٥٣، الرقم/ ١٤٤٧؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، ١/ ٨٨، الرقم/ ٨٣.

(١٥) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الأدب، باب البر والصلة، ٥/ ٢٢٢٧، الرقم/ ٥٦٢٥؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، ١/ ٨٩، الرقم/ ٨٥.

اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ (راوی کہتے ہیں کہ صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے دوبارہ) عرض کیا: پھر کون سا (عمل افضل ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین سے حسنِ سلوک کرنا۔ اُنہوں نے عرض کیا: پھر کون سا (عمل بہترین ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

(۳) حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: مُرْنِي بِأَمْرٍ آخُذُهُ عَنْكَ.

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے کسی ایسے عمل کا حکم فرمائیں، جسے میں آپ ﷺ سے (بطور نصیحت) لازم پکڑ لوں۔

آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ»(١٦).

روزہ کو لازم پکڑو۔ بے شک اس کی مثل کوئی اور عبادت نہیں ہے۔

(۴) ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن کس صاحبِ عمل کا درجہ سب سے بلند ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(١٦) أخرجه النسائي في السنن، كتاب الصيام، باب في فضل الصيام ذكر الاختلاف على محمد بن أبي يعقوب في حديث أبي أمامة في فضل الصيام، ٤/ ١٦٥، الرقم/ ٢٢٢٠؛ وأحمد بن حنبل في المسند، ٥/ ٢٤٩، الرقم/ ٢٢٢٠٣.

«اَلذَّاكِرُونَ اللهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ»(۱۷).

اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مَردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں کا۔

(۵) ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کون سی عبادت افضل ترین ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«دُعَاءُ الْمَرْءِ لِنَفْسِهِ»(۱۸).

آدمی کا اپنے لیے دعا کرنا (سب سے افضل عبادت ہے)۔

(٦) ایک اور حدیث مبارک میں ہے:

«لَيْسَ شَيءٌ أَثْقَلَ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ»(۱۹)

حسنِ اخلاق سے بڑھ کر میزانِ عمل میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی۔

---

(١٧) أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل الذكر، ٥/ ٤٥٨، الرقم/ ٣٣٧٦؛ وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/ ٧٥، الرقم/ ١١٧٣٨.

(١٨) أخرجه الحاكم في المستدرك، ١/ ٧٢٧، الرقم/ ١٩٩٢؛ والبخاري في الأدب المفرد/ ٢٤٩، الرقم/ ٧١٥.

(١٩) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٦/ ٤٤٨، الرقم/ ٢٧٥٧٢؛ وأبو داود في السنن، كتاب الأدب، باب في حسن الخلق، ٤/ ٢٥٣، الرقم/ ٤٧٩٩ والترمذي في السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق، ٤/ ٣٦٢، الرقم/ ٢٠٠٢.

(۷) ایک موقع پر جب آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مسلمانوں میں سے کون بہترین مسلمان ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»(٢٠).

(وہ مسلمان سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔

(۸) ایک صحابی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کون سا عمل اِسلام میں سب سے اَعلیٰ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ»(٢١).

---

(٢٠) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي، ٥/ ٢٣٧٩، الرقم/ ٦١١٩؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام ونصف أموره أفضل، ١/ ٦٥، الرقم/ ٤٠.

(٢١) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، ١/ ١٣، الرقم/ ١٢؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل، ١/ ٦٥، الرقم/ ٣٩؛ وأبو داود في السنن، كتاب الأدب، باب في إفشاء السلام، ٤/ ٣٥٠، الرقم/ ٥١٩٤؛ والنسائي في السنن، كتاب الإيمان وشرائعه، باب أي الإسلام خير، ٨/ ١٠٧، الرقم/ ٥٠٠٠؛ وابن ماجه في السنن، كتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ٢/ ١٠٨٣، الرقم/ ٣٢٥٣.

یہ کہ تم (بھوکے کو) کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کو سلام کرو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔

(۹) اسی طرح کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی:

«اَللَّهُمَّ، أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ»(٢٢).

اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما۔

لیکن جب حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ نے کثرتِ مال کی دعا کے لیے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اُنہیں فرمایا:

«قَلِيْلٌ تُؤَدِّي شُكْرَهُ خَيْرٌ مِنْ كَثِيْرٍ لَا تُطِيْقُهُ»(٢٣).

(تھوڑے مال پر قناعت کر کیوں کہ) تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرسکے، اُس کثیر مال سے بہتر ہے جس کے شکر کی تو طاقت نہ رکھتا ہو۔

(۱۰) حضور نبی اکرم ﷺ کے اَشخاص اور اَحوال کے درمیان فرق و اِمتیاز کی رعایت فرمانے کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے جسے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

(٢٢) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الدعوات، باب قول الله تعالى: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ [التوبة، ١٠٣/٦]، ٥/ ٢٣٣٣، الرقم/ ٥٩٧٥؛ ومسلم في الصحيحِ، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أنس بن مالك رضی اللہ عنہ، ٤/ ١٩٢٨، الرقم/ ٢٤٨٠.

(٢٣) أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ٨/ ٢١٨، الرقم/ ٧٨٧٣.

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ ﷺ يُصَلِّي، يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ، قَالَ: وَمَرَّ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ، قَالَ: فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ»؟ قَالَ: قَدْ أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: وَقَالَ لِعُمَرَ: «مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ»؟ قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ.

زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا»، وَقَالَ لِعُمَرَ: «اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا»(٢٤).

حضور نبی اکرم ﷺ ایک رات باہر تشریف لائے تو حضرت ابو بکر ﷺ آہستہ آواز میں نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر ﷺ کے پاس سے گزرے تو وہ بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں دونوں حضرات اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! میں تمہارے پاس سے گزرا تو تم آہستہ آواز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! میں اسے سنا رہا تھا جس کے ساتھ سرگوشی کرتا ہوں۔ فرمایا: اے عمر! میں تمہارے پاس سے بھی

---

(٢٤) أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الصلاة، باب في رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، ٢/ ٣٧، الرقم/ ١٣٢٩؛ والترمذي في السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء في قراءة الليل، ٢/ ٣٠٩، الرقم/ ٤٤٧.

گزرا مگر تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! میں سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔

حسن نے اپنی روایت میں یہ بھی کہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم اپنی آواز تھوڑی بلند کر لو؛ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنی آواز تھوڑی پست کر لو۔

(۱۱) ایک حدیث مبارک میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللهُ فِي النَّارِ»(۲۵).

میں ایک آدمی کو مال دیتا ہوں، جب کہ دوسرا (جسے مال نہیں دیتا) مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، مگر اس خدشے کے پیشِ نظر کہ مبادا اُسے اللہ تعالیٰ اس مال کے سبب جہنم میں پھینک دے (اسے مال نہیں دیتا)۔ (گویا دونوں کے باطنی حالات اور مال کے حوالے سے دونوں کے اَنجامِ کار کو دیکھ کر الگ الگ فیصلہ کرتا ہوں۔)

☆ اِسی حکمت کے پیشِ نظر حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک گروہ کو نظر انداز کر کے دوسرے کو مالِ غنیمت میں سے زیادہ حصہ دیا اور یہ صرف اُن کے ایمان کی حفاظت کے لیے تھا(۲۶)۔

---

(۲۵) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الإيمان، باب إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة وكان الاستلام أو الخوف من القتل، ۱/ ۱۸، الرقم/ ۲۷؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب تألف قلب من يخاف على إيمانه لضعفه والنهي عن القطع بالإيمان من غير دليل قاطع، ۱/ ۱۳۲، الرقم/ ۱۵۰.

(۱۲) اِسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے قبول فرماتے ہوئے ان سے دریافت کیا:

«مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ»؟

(اے ابو بکر!) اپنے اَہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ(۲۷).

(یا رسول اللہ!) گھر والوں کے لیے صرف اللہ اور اُس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔

☆ جب کہ ایک دوسرے صحابی کا سارا مال قبول نہیں فرمایا اور اسے حکم دیا کہ اپنا کچھ مال بچا کر رکھو اور کچھ خرچ کرو۔ آپ ﷺ کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں:

«أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ، فَإِنَّهُ خَيْرٌ لَكَ»(۲۸).

---

(۲٦) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الخمس، باب ما كان النبي ﷺ يعطي المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس ونحوه، ٣/ ١١٤٧، الرقم/ ٢٩٧٨.

(٢٧) أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذلك، ٢/ ١٢٩، الرقم/ ١٦٧٨؛ والترمذي في السنن، كتاب المناقب، باب في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كليهما، ٥/ ٦١٤، الرقم/ ٣٦٧٥.

(٢٨) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٣/ ٤٥٤، الرقم/ ١٥٨٠٨؛ وعبد الرزاق في المصنف، ٩/ ٧٤، الرقم/ ١٦٣٩٥؛ وابن حبان في الصحيح، ٨/ ١٦٣، الرقم/ ٣٣٧٠.

اپنا کچھ مال بچا کر رکھو، تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔

اس کے علاوہ دیگر احادیث جو اِسی طرح کے مضمون کی حامل ہیں، یہ واضح کرتی ہیں کہ ایسے اَحکام میں بیان کردہ تفصیلات علی الاطلاق نہیں ہوتیں۔ ایسے بہت سے اَحکام لوگوں کے ظروف، حالات اور واقعات کے پیش نظر بدلتے رہتے ہیں اور ان کا اِطلاق و نفاذ بھی مختلف حالات میں مختلف طریقے سے کیا جاتا ہے۔ یہ اُصول اِسلامی اَحکام کی بنیادی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے ہے اور یہ کہ مصلحت اور حکم طبقات اور اَحوال کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔

۵۔ قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ محفوظ رکھنے کی ممانعت اور بدلے ہوئے حالات میں اِجازت

بدلے ہوئے حالات کے تناظر میں احکام کی تبدیلی کی حدیثِ مصطفی ﷺ سے دوسری مثال قربانی کے گوشت کے محفوظ کرنے کے حوالے سے ہے۔

حضرت نُبیشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُومِهَا أَنْ تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ، فَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالسَّعَةِ، فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا. أَلَا! وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ»(٢٩).

---

(٢٩) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٥/ ٧٥، الرقم/ ٢٠٧٤٢؛ وأبوداود في السنن، كتاب الضحايا، باب في حبس لحوم الأضاحي، ٣/ ١٠٠، الرقم/ ٢٨١٣؛ والدارمي في السنن، ٢/ ١٠٨، الرقم/ ١٩٥٨.

بے شک میں نے تمہیں اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ جمع کر کے رکھنے اور تین دن کے بعد جمع شدہ گوشت کو کھانے سے منع کر رکھا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمیوں میں تقسیم ہوجائے۔ اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رِزق میں فراخی عطا فرما دی ہے، لہٰذا اب کھاؤ، اپنی ضرورت کے لیے جمع بھی کرکے رکھو اور ثواب بھی کماؤ۔ آگاہ رہو! (عید الاضحی اور اَیامِ تشریق کے) یہ دن کھانے پینے اور ذکرِ الٰہی کے دن ہیں۔

٦۔ بکری کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کی اجازت

حضرت براء ﷺ بیان کرتے ہیں:

ذَبَحَ أَبُوْ بُرْدَةَ ﷺ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَبْدِلْهَا». قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ. ... قَالَ: «اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ»(٣٠).

(٣٠) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الأضاحي، باب قول النبي ﷺ لأبي بردة ضع بالجذع من المعز: ولن تجزى عن أحد بعدك، ٥/ ٢١١٢، الرقم/ ٥٢٣٧؛ وأيضًا في باب الذبح بعد الصلاة، ٥/ ٢١١٣، الرقم/ ٥٢٤٠؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الأضاحي، باب وقتها، ٣/ ١٥٥٣-١٥٥٤، الرقم/ ١٩٦١؛ وأحمد بن حنبل في المسند، ٤/ ٢٨١، ٣٠٣، الرقم/ ١٨٥٠٤، ١٨٧١٥؛ والنسائي في السنن، كتاب صلاة العيدين، باب الخطبة يوم العيد، ٣/ ١٨٢، الرقم/ ١٥٦٣.

حضرت ابو بُردہ ﷛ نے عید الاضحی کی نماز سے پہلے قربانی کرلی، جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کے بدلے دوسری قربانی کرو (کیونکہ قربانی نمازِ عید سے پہلے شرعاً نہیں ہو سکتی)۔ وہ عرض گزار ہوئے: (یا رسول اللہ!) میرے پاس تو اب صرف چھ مہینے کا بکری کا ایک بچہ ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی جگہ اسی کی قربانی دے دو لیکن تمہارے بعد کسی اور کے لیے ایسا کرنا جائز نہ ہوگا، (یہ اِجازت صرف تمہارے مخصوص حالات کی وجہ سے ہے)۔

۷۔ حضور ﷺ نے مفلس کے لیے محض قرآن کی تعلیم کو حقِ مہر مقرر فرما دیا

حضرت سہل بن سعد ﷛ روایت بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ ﷺ. فَقَالَ: «مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ». فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيْهَا. قَالَ: «أَعْطِهَا ثَوْبًا». قَالَ: لَا أَجِدُ. قَالَ: «أَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ». فَاعْتَلَّ لَهُ، فَقَالَ: «مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ»؟ قَالَ: كَذَا وَكَذَا. قَالَ: «فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ».

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «فَقُمْ، فَعَلِّمْهَا عِشْرِيْنَ آيَةً وَهِيَ امْرَأَتُكَ»(٣١).

حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ایک عورت حاضر ہو کر کہنے لگی: (یارسول اللہ!) بے شک میں خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے عورتوں کی حاجت نہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) اس کا نکاح میرے ساتھ فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اِسے (مہر کے طور پر) کپڑے دو۔ اُس نے عرض کیا: میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مہر کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور دو، خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس

---

(٣١) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلّمه، ٤/ ١٩١٩، الرقم/ ٤٧٤١؛ وأيضًا في باب القراءة عن ظهر القلب، ٤/ ١٩٢٠، الرقم/ ٤٧٤٢؛ ومسلم في الصحيح، كتاب النكاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم القرآن، ٢/ ١٠٤٠، الرقم/ ١٤٢٥؛ وأحمد بن حنبل في المسند، ٥/ ٣٣٠، ٣٣٦، الرقم/ ٢٢٨٥٠، ٢٢٩٠١؛ وأبو داود في السنن، كتاب النكاح، باب في التزويج على العمل يعمل، ٢/ ٢٣٦، الرقم/ ٢١١١؛ والترمذي في السنن، كتاب النكاح، باب: (٣) منه، ٣/ ٤٢١، الرقم/ ١١١٤؛ والنسائي في السنن، كتاب النكاح، باب ذكر أمر رسول الله ﷺ في النكاح وأزواجه وما أباح الله لنبيه ﷺ وحظره على خلقه زيادة في كرامته وتنبيها لفضيلته، ٦/ ٥٤، الرقم/ ٣٢٠٠، وأيضًا في باب الكلام الذي ينعقد به النكاح، ٦/ ٩١، ١١٣، ١٢٣، الرقم/ ٣٢٨٠، ٣٣٣٩، ٣٣٥٩؛ وابن ماجه في السنن، كتاب النكاح، باب صداق النساء، ١/ ٦٠٨، الرقم/ ١٨٨٩.

نے (مفلسی کے باعث) اس سے بھی معذوری ظاہر کر دی۔ تب آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہیں قرآن کا کچھ حصہ زبانی یاد ہے؟ وہ عرض گزار ہوا: (یا رسول اللہ!) مجھے فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا میں نے تمہارے قرآن مجید کے حفظ کے عوض اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے (یعنی تم بطورِ مہر اسے قرآن مجید پڑھنا سکھا دو)۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

امام ابو داود کی روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: چلو، اسے بیس آیات (بطورِ مہر) سکھا دینا، یہ آج سے تمہاری بیوی ہے۔

۸۔ مَردوں کو جلد کی بیماری کے باعث ریشم پہننے کی خصوصی اجازت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ رضی اللہ عنہما شَكَوْا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَعْنِي الْقَمْلَ فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ.

فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ(٣٢).

(٣٢) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب الحرير في الحرب، ٣/ ١٠٦٩، الرقم/ ٢٧٦٣؛ ومسلم في الصحيح، كتاب اللباس والزينة، باب إباحة لبس الحرير للرجل إذا كان به حكة أو نحوها، ٣/ ١٦٤٧، الرقم/ ٢٠٧٦.

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر ﷺ نے بارگاہِ نبوت میں جوؤں کی شکایت کی، جس پر آپ ﷺ نے دونوں کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت عطا فرما دی (حالانکہ عام مسلمان مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام کر دیا گیا تھا)۔

میں نے ایک غزوہ میں ان دونوں حضرات کو ریشمی کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تھا۔

۹۔ مجبوری کی حالت میں مُردار اونٹنی کا گوشت کھانے کی اِجازت

(۱) حضرت جابر بن سمرہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ نَاقَةً لِي ضَلَّتْ، فَإِنْ وَجَدْتَهَا فَأَمْسِكْهَا، فَوَجَدَهَا، فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا، فَمَرِضَتْ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: انْحَرْهَا. فَأَبَى. فَنَفَقَتْ. فَقَالَتْ: اسْلُخْهَا حَتَّى نُقَدِّدَ شَحْمَهَا وَلَحْمَهَا وَنَأْكُلَهُ. فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: «هَلْ عِنْدَكَ غِنًى يُغْنِيْكَ»؟ قَالَ: لَا. قَالَ: «فَكُلُوْهَا». قَالَ: فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ: هَلَّا كُنْتَ نَحَرْتَهَا؟ قَالَ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ[۳۳].

(۳۳) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٥/ ١٠٤، الرقم/ ٢١٠٣١؛ وأبوداود في السنن، كتاب الأطعمة، باب في المضطر إلى الميتة، ٣/ ٣٥٨، الرقم/ ٣٨١٦؛

حضرت جابر بن سمرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے اہل و عیال کے ساتھ حَرّہ کے مقام پر ٹھہرا۔ (وہاں اسے) ایک شخص نے کہا: میری اونٹنی گم ہو گئی ہے، اگر تمہیں ملے تو اسے پکڑ لینا۔ پھر (ایک دن) اسے اونٹنی مل گئی لیکن اس کا مالک نہ ملا، وہ اونٹنی بیمار ہوگئی۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اسے ذبح کر لو۔ اس نے انکار کر دیا اور اِس طرح وہ اونٹنی مر گئی۔ عورت نے کہا کہ اس کی کھال اتار دو تاکہ ہم اس کی چربی اور گوشت کو پکا کر کھا لیں۔ اس نے کہا کہ جب تک میں حضور نبی اکرم ﷺ سے اجازت نہ لے لوں (یہ کام نہیں کروں گا کیونکہ مردار حرام ہے)۔ پھر وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ گزر بسر کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! کچھ) نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (تمہیں بہ اَمرِ مجبوری اس کی خصوصی اجازت ہے،) تم اسے کھا لو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس کا مالک آگیا تو اس شخص نے اسے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ مالک نے کہا: تم نے اسے ذبح کیوں نہ کر لیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے تم سے حیا آ گئی تھی۔

(۲) حضرت جابر بن سمرہ ﷛ ہی سے مروی ہے:

والطيالسي في المسند، ١/ ١٠٥، الرقم/ ٧٧٦؛ والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/ ٣٥٦، الرقم/ ١٩٤١٩.

الفاظ امام ابو داود کے ہیں۔

وَأَتَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَذَكَرَ لَهُ، فَقَالَ: «أَعِنْدَكُمْ مَا يُغْنِيْكُمْ»؟ قَالَ: لَا. قَالَ: «فَكُلُوْهَا» وَكَانَتْ قَدْ مَاتَتْ. قَالَ: فَأَكَلْنَا مِنْ وَدَكِهَا وَلَحْمِهَا وَشَحْمِهَا نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ يَوْمًا(٣٤).

وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو تمہیں اس (مُردار گوشت کی ضرورت) سے بے نیاز کر دے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم اسے کھا لو؛ حالانکہ وہ مر چکی تھی۔ اُس شخص نے بتایا کہ ہم تقریباً بیس دن تک اس کا گوشت اور چربی کھاتے رہے۔

(۳) ایک اور روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَاتَتْ نَاقَةٌ بِالْحَرَّةِ إِلَى جَنْبِهَا أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ مُحْتَاجُوْنَ، فَرَخَّصَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَكْلِهَا، فَكَانُوْا يَأْكُلُوْنَ مِنْهَا شِتَاءَهُمْ فَأَذَابُوْهُ(٣٥).

حرہ کے مقام پر ایک اونٹنی مر گئی، اس کے قریب ہی قبیلہ بنو سلیم کے ایک گھر والے تھے۔ وہ لوگ بہت زیادہ محتاج تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس (مردار اونٹنی) کا گوشت کھانے کی خصوصی اجازت عطا فرما

---

(٣٤) أخرجه الطيالسي في المسند، ١/ ١٠٥، الرقم/ ٧٧٦؛ وأبو يعلى في المسند، ١٣/ ٤٤٦، الرقم/ ٧٤٤٨؛ والطبراني في المعجم الكبير، ٢/ ٢٢٨، الرقم/ ١٩٤٦.

(٣٥) أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ٢/ ٢٢٨، الرقم/ ١٩٤٦.

دی۔ پس وہ سردیوں کا تمام موسم اسے کھاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے ختم کر دیا۔

۱۰۔ روزے کے کفّارے میں تبدیلی (کفّارے کا کھانا بھی روزہ توڑنے والے کو ہی دے دیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلَكْتُ. قَالَ: «مَا لَكَ»؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا»؟ قَالَ: لَا. قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ»؟ قَالَ: لَا. فَقَالَ: «فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا»؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَي ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيْهَا تَمْرٌ -وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ- قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ»؟ فَقَالَ: أَنَا. قَالَ: «خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ». فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَوَاللهِ، مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ، أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي. فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: «أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ».

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَقَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: زَادَ الزُّهْرِيُّ: وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيْرِ (٣٦).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اَقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس (بطور کفارہ) آزاد کرنے کے لیے ایک گردن (یعنی غلام) ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ وہ عرض گزار ہوا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ کچھ

---

(٣٦) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الصوم، باب إذا جامع في رمضان ولم يكن له شيء فتصدق عليه فليكفر، ٢/ ٦٨٤، الرقم/ ١٨٣٤؛ وأيضًا كتاب كفارات الأيمان، باب متى تجب الكفارة على الغني والفقير، ٦/ ٢٤٦٧، الرقم/ ٦٣٣١؛ ومسلم في الصحيح، كتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع في نهار رمضان على الصائم ووجوب الكفارة الكبرى فيه، ٢/ ٨١٧، الرقم/ ١١١١؛ وأحمد بن حنبل في المسند، ٢/ ٢٤١، الرقم/ ٧٢٨٨؛ وأيضًا في: ٦/ ٢٧٦، الرقم/ ٢٦٤٠٢؛ وأبو داود في السنن، كتاب الصوم، باب كفارة من أتى أهله في رمضان، ٢/ ٣١٣، الرقم/ ٢٣٩٠-٢٣٩١؛ والترمذي في السنن، كتاب الصوم، باب ما جاء في كفارة الفطر في رمضان، ٣/ ١٠٢، الرقم/ ٧٢٤.

دیر خاموش ہو رہے۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) ہم ابھی وہیں موجود تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا برتن پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ وہ عرض گزار ہوا: میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کھجوریں لے جاؤ اور اِنہیں غریبوں اور فقیروں میں خیرات کر دو۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اپنے سے (بھی) زیادہ فقیر پر؟ خدا کی قسم! ان دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان (یعنی مدینہ منورہ کی وادی میں) کوئی گھر ایسا نہیں جو میرے گھر سے زیادہ فقیر ہو۔ آپ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیے، یہاں تک کہ پچھلے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو (تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا)۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

امام ابو داود نے فرمایا: امام زہری نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: یہ رخصت (حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے) اُس آدمی کے لیے خاص تھی۔ اگر آج کوئی شخص اس طرح روزہ توڑے گا تو اس کے لیے (شرعی) کفارہ ادا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

۱۱۔ ایک نو مسلم کے لیے اِستثناءً صرف دو نمازیں پڑھنے کی خصوصی رعایت

حضرت نصر بن عاصم رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ، فَقَبِلَ ذَلِكَ مِنْهُ(٣٧).

وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اَقدس میں حاضر ہوئے اور اس بات (کی خصوصی اِجازت ملنے) پر اسلام قبول کیا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھیں گے۔ آپ ﷺ نے (انہیں خصوصی رعایت دیتے ہوئے) ان کی یہ شرط قبول فرما لی (تاکہ وہ ایک بار داخلِ اسلام ہو اور کفر و شرک سے نکل جائے)۔

۱۲۔ مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت میں توسیع

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثًا وَلَوْ مَضَى السَّائِلُ عَلَى مَسْأَلَتِهِ لَجَعَلَهَا خَمْسًا(٣٨).

---

(٣٧) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٥/ ٢٤، ٣٦٣، الرقم/ ٢٠٣٠٢، ٢٣١٢٩؛ وابن أبي عاصم الشيباني في الآحاد والمثاني، ٢/ ١٩٥، الرقم/ ٩٤١؛ وابن رجب الحنبلي في جامع العلوم والحكم، ١/ ٨٤؛ والعسقلاني في المطالب العالية، ٩/ ٥٣٧، الرقم/ ٢٠٧٤.

(٣٨) أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٥/ ٢١٤-٢١٥، الرقم/ ٢١٩٢٠، ٢١٩٣١؛ وابن ماجه في السنن، كتاب الطهارة وسننها، باب ما جاء في التوقيت في المسح للمقيم والمسافر، ١/ ١٨٤، الرقم/ ٥٥٣؛ وابن حبان في الصحيح، ٤/ ١٥٨، الرقم/ ١٣٢٩؛ وابن أبي شيبة في المصنف، ١/ ١٦٢،

رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے (موزوں پر مسح کی مدت کے لیے) تین روز مقرر فرمائے ہیں، اور اگر وہ سائل (اپنی مجبوری کے حوالے سے) درخواست کرتا رہتا تو شاید آپ ﷺ پانچ روز تک کی توسیع فرما دیتے۔

۱۳۔ دورانِ سفر ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم، سفر کی مشکلات کے باعث حد ساقط کردی گئی

اِسلام میں چوری کی سزا قطع ید ہے۔ سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقۡطَعُوٓاْ أَيۡدِيَهُمَا﴾

اور چوری کرنے والا (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) سو (تمام تر ضروری عدالتی کارروائی کے بعد) دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

جنادہ بن ابی امیہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندری سفر کر رہے تھے۔ ان کی خدمت میں مِصدر نامی چور پیش کیا گیا جس نے اونٹ چُرایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«لَا تُقْطَعُ الْأَيْدِي فِي السَّفَرِ».

الرقم/ ١٨٦٤؛ وعبد الرزاق في المصنف، ١/ ٢٠٣، الرقم/ ٧٩٠؛ وأيضًا في الأمالي في آثار الصحابة، ١/ ٧١، الرقم/ ٩٣؛ والطبراني في المعجم الكبير، ٤/ ٩٢، الرقم/ ٣٧٥٠؛ والبيهقي في السنن الكبرى، ١/ ٢٧٧، الرقم/ ١٢٣٤.

حدیث کے الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔

سفر میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

حضرت بُسر بن ارطاۃ فرماتے ہیں:

وَلَوْلَا ذَلِكَ لَقَطَعْتُهُ (۳۹).

اگر یہ فرمانِ رسول ﷺ نہ ہوتا تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

قرآن میں قطعِ ید کا قطعی حکم موجود ہے مگر کیوں کہ سفر میں حالات بدل جاتے ہیں اس لیے ہاتھ کاٹنے کی حد مؤخر کر دی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریعی خصائص سے فقہی اصول کا استنباط

مذکورہ امثال سے یہ مراد نہ لی جائے کہ یہ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریعی خصائص ہیں۔ لہٰذا ہم تو اس طرح کی تبدیلی کا قطعًا کوئی حق نہیں رکھتے، خواہ حالات کیسے بھی ہوں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ جو شان آپ ﷺ کی ہے وہ قیامت تک کسی کی نہیں ہو سکتی مگر ہم ان احادیثِ مبارکہ سے قانون اور اصول اخذ کر رہے ہیں کہ وہ کون سی حکمت تھی جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے احکامِ شرع میں اتنی لچک دکھائی کہ اصل حکم کے بالکل برعکس حکم بھی صادر فرما دیا گیا، مثلًا رسول اللہ ﷺ نے مختلف سائلین کے جوابات میں مختلف اعمال کو افضل قرار دیا۔ افضلیت کے باب میں اگر ان ساری احادیث کو جمع کر دیا جائے اور ان سے علی الاطلاق ایک ہی

(۳۹) أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الحدود، بَابُ فِي الرَّجُلِ يَسْرِقُ فِي الْغَزْوِ أَيُقْطَعُ، ٤/ ١٤٢، الرقم/ ٤٤٠٨.

اصول و قاعدہ کے تحت حکمِ افضلیت اخذ کرنے کی کوشش کی جائے تو احادیث میں تناقض و تضاد آ جائے گا جو کہ مقام و شانِ مصطفی ﷺ کے منافی ہے۔ نیز ہمارے لیے ان میں سے کسی عمل کو افضل قرار دینے میں بھی مشکل پیش آئے گی۔ اس ظاہری تضاد کو ختم کرنے کے لیے سائلین کے احوال کی رعایت کو مدِ نظر رکھنا ہو گا۔ حضور ﷺ نے ہر سائل کو وہ عمل افضل بتایا جس کی اس میں کمزوری تھی۔

☆ اگر کسی میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان میں کمزوری تھی تو اس کے لیے ایمان کو افضل قرار دیا۔

☆ اگر کسی میں جہاد کا جذبہ کم پایا جاتا تھا تو اسے جہاد کی ترغیب کے لیے جہاد افضل قرار دیا۔

☆ کسی میں نماز کی پابندی نہیں تھی تو اس کے لیے نماز افضل عمل قرار پائی۔

☆ اگر کوئی والدین کا ادب کرنا نہیں جانتا تھا تو اس کے لیے والدین کا ادب افضل قرار دیا۔

☆ اسی طرح کسی کے حال کے مطابق اس کے مال میں برکت کی دعا دے دی اور کسی کے حال کے مطابق فرما دیا کہ بس اتنا ہی کافی ہے۔

☆ جب لوگوں کے مالی حالات اچھے نہ تھے تب فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں رکھ سکتے، مگر جب آسودگی آ گئی تو فرمایا: اب تین دن سے زیادہ بھی رکھ سکتے ہیں۔

☆ کسی کا حال دیکھا کہ اس کے پاس قربانی کرنے کا کوئی جانور نہیں اور نہ خرید سکتا ہے تو اس کے لئے چھ ماہ کے بکری کے بچے کی قربانی بھی جائز قرار دے دی۔

☆ مرد کے لیے ریشم حرام ہے مگر کسی کو حالات و ظروف کی تبدیلی کے پیش نظر ریشم پہننے کی اجازت بھی دے دی۔

علیٰ ہٰذا القیاس جس میں جس عمل کی کمی دیکھی یا اس کے لیے جو مناسب جانا، وہی عمل اس کے لیے افضل قرار دے دیا۔ سائل کا جو حال ہوتا، آپ ﷺ اُسی حال کے مطابق جواب عطا فرماتے۔ گویا جیسے سائلین کے احوال بدل رہے تھے، ویسے ہی حکمِ شرعی میں بھی تغیّر و تبدل ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ کا خاصہ ہونے کے باوجود، ان امثلہ سے ہمیں یہ قاعدہ و اصول ملتا ہے کہ جیسے جیسے احوال بدل جاتے ہیں ویسے ویسے حکم بھی بدل جاتا ہے۔

عہدِ فاروقی میں تغیرِ اَحکام کے خصوصی نظائر

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اِسلامی سلطنت بہت قوی الاقتدار تھی، جس میں رعایا کے حقوق اور مصالح کا بدرجۂ اتم خیال رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پورا دور عظیم الشان فتوحات اور نمایاں تغیرات سے مملو تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئی نئی ضروریات پیدا ہوگئیں اور پرانے رسوم و رواج بدل گئے۔ اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعض اَحکام بہ تقاضاے ضروریات و حسبِ رواج تبدیل کرنے پڑے۔

اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۴۔ چور کی غربت و مفلسی کے پیشِ نظر قطعِ ید کی سزا معطل اور اس کے مالک کو دوگنا قیمت ادا کرنے کا حکم

اگرچہ اِسلام میں چوری کی سزا قطع ید ہے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر بھوک اور افلاس کی وجہ سے چوری کرنے والے غلام کا ہاتھ کاٹنے کے بجائے اس کے مالک کو دوگنا قیمت ادا کرنے کا حکم دیا۔ واقعہ کی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص کی اُونٹنی چُرا لی۔ ان غلاموں کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے چوری کا اقرار کر لیا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثیر بن صلت کو حکم دیا کہ ان غلاموں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ کثیر جب حکم کی تعمیل کے لیے غلاموں کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کو واپس بلا لیا اور ان کے مالکان سے فرمایا:

«لَوْ لَا إِنِّي أَظُنُّ أَنَّكُمْ تُجِيْعُوْنَهُمْ حَتَّى أَنَّ أَحَدَهُمْ أَتَى مَا حَرَّمَ اللهُ لَقَطَعْتُ أَيْدِيَهُمْ»(٤٠).

اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ تم لوگ غلاموں (سے خوب کام لیتے ہو اور ان) کو بھوکا رکھتے ہو یہاں تک کہ ان میں سے کوئی (بہ اَمر مجبوری) اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ اَمر کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، تو میں یقیناً ان کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ (یوں حضرت عمر ﷺ نے ان سے حد ساقط کردی۔)

اس کے بعد حضرت عمر ﷺ نے قبیلہ مُزنیہ کے ایک شخص سے فرمایا کہ اونٹنی کی قیمت کیا ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا: چار سو درہم۔ آپ نے چوری کرنے والوں کے قطعِ ید کے بجائے ان غلاموں کے مالک حاطب کو آٹھ سو درہم جرمانہ ادا کرنے کا حکم فرما دیا۔

۱۵۔ زمانہ قحط میں قطع ید کی سزا معطل کر دی گئی

سیدنا عمر بن خطاب ﷺ کے دور میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو انہوں نے ہاتھ کاٹنے کی حد کو ساقط فرما دیا تھا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا:

لَا قَطْعَ فِي عَامِ سَنَةٍ(٤١).

زمانہ قحط میں قطعِ ید کی حد جاری نہیں ہوگی (البتہ جج چاہے تو تعزیراً خفیف سزا ہو سکتی ہے)۔

(٤٠) أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ٨/ ٢٧٨، الرقم/ ١٧٠٦٤.

(٤١) ابن قدامة المقدسي في المغني، ٩/ ١١٨.

١٦۔ کتابیہ عورت سے حکمتاً نکاح کی ممانعت

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ گردشِ زمانہ سے نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان بدلے ہوئے حالات میں اگر منصوص اَحکام کے ظاہر پر ہی اُمورِ حیات کو موقوف رکھا جائے اور اَحکامِ شرعیہ میں تغیّرِ حالات کی رعایت کو نظر انداز کر د یا جائے تو لوگ سخت مشکلات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ نصوصِ شرعیہ سے یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آگاہ تھے، مگر تغیّر پذیر حالات سے پیدا ہونے والے مسائل سے نبٹنے کے لیے اُنہوں نے حالات کی رعایت کے تحت تغیرِّ حکم کی مناسب تدابیر اِختیار کی تھیں۔ اِس پر غور کریں کہ قرآن مجید میں ہر کتابیہ عورت سے نکاح کی اِجازت موجود ہے۔ سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٍ﴾

اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں) جب کہ تم انہیں ان کے مَہر ادا کر دو، (مگر شرط) یہ کہ تم (انہیں) قیدِ نکاح میں لانے والے (عفت شعار) بنو نہ کہ (محض ہوس رانی کی خاطر) اعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے۔

حضرت عمر فاروق ﷺ نے سیاستِ شرعیہ کی حکمت کے تحت کتابیہ عورت سے نکاح کی ممانعت کر دی۔ اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام ابو بکر الجصاص (م ۳۷۰ھ) نے یہ واقعہ نقل کیا ہے:

حضرت حذیفہ ﷺ نے ایک یہودیہ سے نکاح کرلیا، جب اس کی اطلاع حضرت عمر ﷺ کو ہوئی تو انہوں نے حضرت حذیفہ ﷺ کو اس سے علیحدگی کا حکم دے دیا۔ حضرت حذیفہ ﷺ نے لکھا کہ کیا وہ حرام ہے؟ اس پر عمر فاروق ﷺ نے جواب دیا کہ میں حرام تو نہیں کہتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے[۴۲]۔

امام محمد بن حسن الشیبانی اس بابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے حضرت حذیفہ ﷺ کو یوں جواب لکھا تھا:

أَعْزِمُ عَلَيْكَ أَلَّا تَضَعَ كِتَابِي حَتَّى تُخَلِّيَ سَبِيْلَهَا، فَإِنِّي أَخَافُ أَن يَّقْتَدِيَ بِكَ الْمُسْلِمُوْنَ فَيَخْتَارُوْا نِسَاءَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لِجَمَالِهِنَّ، وَكَفَى بِذَلِكَ فِتْنَةً لِنِسَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ[٤٣].

میں آپ کو تاکیداً حکم دیتا ہوں کہ میرے اِس مکتوب کو پسِ پشت نہ ڈال دینا بلکہ اس کتابیہ خاتون کو فوری طور پر آزاد کردو۔ مجھے خدشہ ہے کہ مسلمان تمہاری اِقتدا کریں گے اور وہ بھی اَہلِ ذمہ کی عورتوں کی خوب صورتی کے سبب انہیں اپنائیں گے اور (سیاسی و انتظامی مشکلات کے

---

(٤٢) ذكره أبو بكر الجصاص في أحكام القرآن، ٢/ ١٦.

(٤٣) أخرجه محمد بن الحسن الشيباني في كتاب الآثار، ١/ ٣٩٤، الرقم/ ٤١٢.

جال میں پھنس جائیں گے۔ مزید برآں) یہ چیز مسلمان عورتوں کے لیے بھی فتنہ کا باعث بنے گی۔

۱۷۔ مجرم کے لیے شہر بدری کے حکم کی منسوخی

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر شادی شدہ بدکار کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کا حکم دیا تھا۔ 'صحیح البخاری' کی 'کتاب المحاربین' میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں بدکاری کے مرتکب اپنے بیٹے کا معاملہ لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کی سزا سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ(٤٤).

تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے، نیز ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں جلا وطنی کی سزا کو ختم کر دیا۔ جلاوطنی کے حکم کے معطل کیے جانے کی تفصیل کو امام نسائی (م ۳۰۳ھ) نے اپنی 'السنن' میں روایت کیا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں:

غَرَّبَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ رَبِيعَةَ بْنَ أُمَيَّةَ فِي الْخَمْرِ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَحِقَ بِهِرَقْلَ فَتَنَصَّرَ، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: لَا أُغَرِّبُ بَعْدَهُ مُسْلِمًا(٤٥).

---

(٤٤) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب المحاربين، باب الاعتراف بالزنا، ٦/ ٢٥٠٢، الرقم/ ٦٤٤٠.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن اُمیہ کو شراب پینے کی وجہ سے خیبر کی طرف ملک بدر کر دیا۔ وہ بادشاہِ روم ہرقل کے پاس چلا گیا اور عیسائی ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج کے بعد میں کسی مسلمان کو جلا وطن نہیں کروں گا۔

یوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنفیذ کو بدلے ہوئے حالات اور نئی آبادیوں کے مختلف اثرات کے باعث حکمتاً معطل کر دیا تھا۔

۱۸۔ ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک کے بجائے تین طلاقیں شمار کیا گیا، جب کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں ایک ہی شمار ہوتی تھی

اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک ہی نشست میں تین بار طلاق دے دیتا تو عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عہدِ صدیقی اور اوائل عہدِ فاروقی میں وہ ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں:

كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ:

---

(٤٥) أخرجه النسائي في السنن، كتاب الأشربة، باب تغريب شارب الخمر، ٨/ ٣١٩، الرقم/ ٥٦٧٦.

إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ، فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ. فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ(٤٦).

رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں جو شخص بیک وقت (ایک مجلس میں) تین طلاقیں دے دیتا تو اُسے ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے تین بار طلاق دینے کے حق کو استعمال کرنے میں عجلت شروع کر دی ہے، جس میں ان کے لیے مہلت دی گئی تھی۔ لہٰذا اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی کے طور پر نافذ کر دیں تو بہتر ہو گا۔ شاید لوگ اس کے نقصان کے باعث احتیاط کرنے لگیں۔ پھر آپ نے تین طلاقوں کے حکم کو نافذ کر دیا۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بکثرت طلاقیں دی جانے لگی ہیں تو انہوں نے روک تھام کے لیے مروّجہ حکم میں یہ تبدیلی کی۔ لیکن بعض فقہاء نے اپنے زمانے کے حالات کے اعتبار سے پہلے اصول ہی کو برقرار رکھنے کو ترجیح دی اور ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق ہی شمار کیا۔ اسی سے شرعی قانون میں وسعت اور لچک کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن القیم اِس حوالے سے لکھتے ہیں:

---

(٤٦) أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث، ٢/ ١٠٩٩، الرقم/ ١٤٧٢.

فَرَآى عُمَرُ ﷺ هَذَا مَصْلَحَةً لَّهُمْ فِيْ زَمَانِهِ، وَرَآى أَنَّ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَهْدِ الصِّدِّيْقِ ﷺ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ كَانَ الْأَلْيَقَ بِهِمْ، لِأَنَّهُمْ لَمْ يَتَتَابَعُوْا فِيْهِ(٤٧).

حضرت عمر ﷺ نے اپنے زمانے میں اس معاملے میں لوگوں کے لیے مصلحت جانی اور یہ محسوس کیا کہ لوگ عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقی اور ان کے اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی ایام میں جس حکم پر عمل پیرا تھے، اس وقت وہی ان کے لیے زیادہ فائدہ مند تھا؛ کیوں کہ وہ اِس معاملے میں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی کثرتِ طلاق کی عادت نہیں اپناتے تھے۔ (گویا طلاق کا رواج عام نہیں ہوا تھا۔ بعدازاں رواج یا لوگوں کا مزاج بدل جانے کے باعث اُنہیں اِس اَمر سے روکنے کی خاطر حضرت عمر ﷺ نے سخت حکم اپنانے کی تدبیر اختیار فرمائی۔)

۱۸۔ کرپشن کے مجرم کے لیے تعزیراً دی جانے والی سزا میں اضافہ

حدیثِ مبارک کی رُو سے کسی جرم میں تعزیراً دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہیں دی جا سکتی سوائے ان سزاؤں کے جو شریعت نے مقرر کر رکھی ہیں۔

حضرت ابو بردہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

(٤٧) ذكره ابن القيم في إعلام الموقعين، ٣/ ٣٦.

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ»(٤٨).

حضور نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: کسی کو سزا میں دس سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں سوائے شرعی حدود میں سے کسی حد کے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اِس صریح حکم کے باوجود اپنے دورِ خلافت میں اُس شخص کو ایک سو کوڑوں کی سزا دی تھی جس نے بیت المال کی جعلی مہر بنا لی تھی(۴۹)۔

۱۹۔ خون بہا کی ذمہ داری قبیلے سے حکومت کی طرف منتقل کر دی گئی

عہدِ نبوی ﷺ میں خون بہا کی ادائیگی قاتل کے قبیلے پر لازم تھی۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ طریقہ بدل گیا۔ کیوں کہ انہوں نے پولیس، فوج اور taxation سمیت دیگر سرکاری محکمے قائم کرکے، ان کے مصارف و اخراجات میں قبائل اور عوام کو شریک کر لیا تھا۔ اِس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

(٤٨) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب المحاربين من أهل الكفر والردة، باب كم التعزير والأدب، ٦/ ٢٥١٢، الرقم/ ٦٤٥٦، ومسلم في الصحيح، كتاب الحدود، باب قدر أسواط التعزير، ٣/ ١٣٣٢، الرقم/ ١٧٠٨.

(٤٩) النووي في شرح صحيح مسلم، ١١/ ٢٢١-٢٢٢.

سوسائٹی کے بدلے ہوئے اقتصادی اور مالیاتی ڈھانچے کے باعث مقتول کا خون بہا قاتل کے قبیلے سے ساقط کر دیا اور حکومت کے ذمے ڈال دیا(۵۰)۔

۲۰۔ شفافیت (transparency) کے لیے اَعلیٰ حکومتی اَہل کاروں کے گھروں کی وقتاً فوقتاً ہنگامی تلاشی کا حکم، جب کہ پہلے اس کی اجازت نہ تھی بلکہ privacy کا حق غالب تھا

جب اِسلامی سلطنت میں خوش حالی کا دور آیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شفافیت (transparency) کو برقرار رکھنے اور کرپشن کے ممکنہ خطرات کو روکنے کے لیے اَعلیٰ ترین حکومتی نمائندوں اور فوجی قائدین کے اثاثہ جات کی چیکنگ کا عمل شروع کروایا، چھاپہ مار ٹیمیں تشکیل دیں اور خود بھی ان کے گھروں پر چھاپے مارے۔

اُن معروف حکومتی اہل کاروں اور قائدین میں سے چند ایک یہ ہیں جن کے گھروں پر چھاپے مارے گئے:

i۔ یزید بن ابی سفیان

ii۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

iii۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

iv۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

(۵۰) السرخسي في المبسوط، ۲۷/ ۱۲۵-۱۲۶.

v۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

vi۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (۵۱)

۲۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کے بیان کردہ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ میں سے تالیفِ قلب کی شق کو معطل کر دیا

قرآن حکیم میں سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ٦٠ میں زکوٰۃ و صدقات کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں:

﴿إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ﴾

بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر کیے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے بوجھ اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)۔ یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے○

(٥١) ذكره عمر بن شبة في تاريخ المدينة، ٣/ ٨٣٣-٨٣٦.

مؤلفۃ القلوب کے ضمن میں وہ لوگ آتے تھے جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ اس لیے صدقات و خیرات عطا فرمایا کرتے کہ دل جوئی کے ذریعے وہ اِسلام کی طرف مائل ہوں اور بعدازاں اس پر قائم رہیں۔ اِس صریح نص کے باوجود حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ معطل کر دیا اور فرمایا کہ یہ وظیفہ حضور نبی اکرم ﷺ اس لیے عطا فرماتے تھے کہ اُس وقت یہ فروغِ اِسلام کی ضرورت تھی۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت دی ہے اور اسے ایسی حکمتِ عملی سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اگر تم اسلام پر قائم رہو تو تمہارے لیے بہتر ہے، لیکن ہم معاوضے کے طور پر تمہیں کچھ نہ دیں گے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے اس سے پھر جائے(۵۲)۔

---

(۵۲) الشوکاني في فتح القدير، ۲/ ۳۷۳.

تغیرِ اَحکام کے دیگر نظائر

۲۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مطلّقہ عورت کو اُس کے سابقہ شوہر کی وفات کے بعد بھی اس کی وراثت میں سے حصہ دیا جب کہ عدت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی

امام محمد بن حسن الشیبانی تَغَیُّرُ الْأَحْکَامِ بِتَغَیُّرِ الظُّرُوْفِ وَالْأَحْوَالِ پر دلیل دیتے ہوئے حضرت طلحہ کی روایت بیان کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

> عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ مَرِیْضٌ، فَوَرَّثَهَا عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ مِنْهُ بَعْدَ مَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا(۵۳).
>
> حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انہوں نے (عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی مطلّقہ بیوی الاسدیہ کی) عدت پوری ہونے کے بعد اس کے لیے وراثت میں سے حصہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اِس طرح مرض الموت میں دی گئی طلاق وراثت سے محرومی کا سبب نہیں بنی، حالانکہ اس عمل کی کوئی precedent پہلے موجود نہ تھی۔

---

(۵۳) محمد بن الحسن الشيباني في الموطأ، ۲/ ۵۰۷.

۲۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے مخفی محرکات کے باعث عام تحائف کو بھی رشوت قرار دے دیا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاے راشدین کے عہد میں معمول تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں جب بھی وفود اور زائرین تحائف اور ہدایا پیش کرتے تو انہیں ردّ نہیں کیا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے لوگوں کی طرف سے ملنے والے تحائف قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں اپنے دور کے حالات کے باعث رشوت قرار دے دیا۔

امام بخاری نے 'الصحیح' کے ترجمۃ الباب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هَدِيَّةً وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ(٥٤).

ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہدیہ ہوتا تھا جب کہ آج یہ (مخفی) رشوت بن چکا ہے۔

علامہ بدر الدین العینی اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

أَيْ هَذَا بَابٌ فِيْ بَيَانِ حُكْمِ مَنْ لَمْ يَقْبَلْ هَدِيَّةَ شَخْصٍ لِعِلَّةٍ أَيْ لِأَجْلِ عِلَّةٍ فِيْهَا، مِثْلَ هَدِيَّةِ الْمُسْتَقْرِضِ إِلَى الْمُقْرِضِ أَوْ هَدِيَّةِ شَخْصٍ لِرَجُلٍ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ عِنْدَ أَحَدٍ، أَوْ يَشْفَعُ لَهُ فِيْ أَمْرٍ.

---

(٥٤) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الهبة وفضلها، باب من لم يقبل الهدية لعلة، ٢/ ٩١٦.

هَذَا التَّعْلِيْقُ وَصَلَهُ ابْنُ سَعِيْدٍ بِقِصَّةٍ فِيْهِ، فَرُوِيَ مِنْ طَرِيْقِ فُرَاتِ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: اشْتَهَى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ التُّفَّاحَ، فَلَمْ يَجِدْ فِيْ بَيْتِهِ شَيْئًا يَشْتَرِيْ بِهِ، فَرَكِبْنَا مَعَهُ. فَتَلَقَّاهُ غِلْمَانُ الدَّيْرِ بِأَطْبَاقِ تُفَّاحٍ، فَتَنَاوَلَ وَاحِدَةً فَشَمَّهَا، ثُمَّ رَدَّ الْأَطْبَاقَ. فَقُلْتُ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ. فَقُلْتُ: أَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ ﷺ يَقْبَلُوْنَ الْهَدِيَّةَ؟ فَقَالَ: إِنَّهَا لِأُوْلَئِكَ هَدِيَّةٌ، وَهِيَ لِلْعُمَّالِ بَعْدَهُمْ رِشْوَةٌ؛ وَالرِّشْوَةُ: مَا تُؤْخَذُ بِغَيْرِ عِوَضٍ وَيُذَمُّ آخِذُهُ(٥٥).

(امام بخاری کا قائم کردہ) یہ باب اُس شخص کے حکم کے بیان میں ہے جو کسی دوسرے شخص کا تحفہ کسی علت کے سبب قبول نہیں کرتا۔ مثلاً: قرض خواہ کا قرض دینے والے کو تحفہ دینا یا کسی شخص کا ایک ایسے شخص کو تحفہ دینا جو اُس (تحفہ دینے والے) کی حاجت روائی کر سکے یا کسی معاملہ میں اس کی مدد یا سفارش کر سکے۔

یہ تبصرہ ابن سعید نے آپ کے بارے میں روایت کیے جانے والے قصہ کے ساتھ ملایا ہے۔ انہوں نے فرات بن مسلم کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ کو سیب کھانے کی طلب ہوئی تو انہوں نے اپنے گھر میں کوئی ایسی شے نہ پائی جس سے وہ سیب خرید سکیں۔ ہم آپ کے ساتھ سوار ہو کر باہر نکل گئے تو انہیں کلیسا کے خدام سیبوں کا تھال اٹھائے ہوئے ملے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ

---

(٥٥) بدر الدين العيني في عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ١٣/ ١٥٤.

نے ایک سیب پکڑ کر سونگھا اور پھر تھال میں واپس رکھ دیا۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تحائف قبول نہیں فرماتے تھے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک تحفہ اُن کے لیے تحفہ ہی ہوتا تھا لیکن ان کے بعد کے حکمرانوں کے لیے یہ رشوت ہے اور رشوت وہ ہوتی ہے جو کسی ظاہری عوض کے بغیر لی جائے اور اس کا لینے والا قابلِ مذمت ہوتا ہے۔

۲۴۔ تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کی ممانعت، بعد ازاں حِلّت کا فتویٰ

اَوائل دورِ اِسلام میں سرکاری سطح پر اساتذہ کے بڑے بڑے وظائف مقرر ہوتے تھے۔ اس بناء پر امام ابو حنیفہ اور صاحبین نے نمازوں کی امامت اور قرآن مجید کی تعلیم کا معاوضہ لینے کو ممنوع قرار دیا تھا۔ لیکن جب حکومتوں کی طرف سے اساتذہ کے وظائف بند ہوگئے، تو بعد کے ائمہ و فقہاء نے اِس قسم کے معاوضے کے جواز کا فتویٰ صادر کر دیا جو آج تک معمول بہ ہے[56]۔

(٥٦) محمد آمين الآفندي في مجموعة رسائل ابنِ عابدين: نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف، ٢/ ١٢٥-١٢٦.

تغیرِ اَحکام کے بارے میں فقہاء کی تصریحات

تمام فقہاء کرام نے ’لَا یُنْکَرُ تَغَیُّرُ الْأَحْکَامِ بِتَغَیُّرِ الْأَزْمَانِ (زمانہ بدلنے سے اَحکام کا بدل جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے)‘ کے قاعدے کے تحت مختلف حالات و واقعات کے تناظر میں اَحکام کے تبدیل ہو جانے کے فتاویٰ جاری کیے تاکہ مصلحتِ عامہ کا شرعی مقصد فوت نہ ہو جائے۔

قرآن و حدیث اور خلفاے راشدین کے اَدوار کی مثالوں کے بعد تغیر اَحکام کے ضمن میں اب ہم فقہاء کرام کی بعض تصریحات پیش کرتے ہیں:

۲۵۔ فقہاے حنفیہ کی تصریحات

(۱) امام اَعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ)

امام علاء الدین الکاسانی (م ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اپنے دور میں گواہ کے ظاہراً عادل ہونے پر اکتفاء کرتے ہوئے مستور الحال یعنی غیر معروف شخص کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے، مگر امام ابو یوسف اور امام محمد نے بعد ازاں اس قسم کی گواہی سے منع کر دیا، کیوں کہ ان کے دور میں لوگوں کے عمومی اَخلاقی حالات بدل چکے تھے۔ امام کاسانی ’بدائع الصنائع‘ میں لکھتے ہیں:

هَذَا الْاِخْتِلَافُ اخْتِلَافُ زَمَانٍ لَا اخْتِلَافُ حَقِيْقَةٍ، لِأَنَّ زَمَنَ أَبِي حَنِيْفَةَ كَانَ مِنْ أَهْلِ خَيْرٍ وَصَلَاحٍ، لِأَنَّهُ زَمَنُ التَّابِعِيْنَ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْخَيْرِيَّةِ بِقَوْلِهِ ﷺ: خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي، الَّذِي أَنَا فِيْهِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ. فَكَانَ

الْغَالِبُ فِيْ أَهْلِ زَمَانِهِ الصَّلَاحَ وَالسَّدَادَ، فَوَقَعَتِ الْغُنْيَةُ عَنِ السُّؤَالِ عَنْ حَالِهِمْ فِي السِّرِ، ثُمَّ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ وَظَهَرَ الْفَسَادُ فِي قَرْنِهِمَا، فَوَقَعَتِ الْحَاجَةُ إِلَى السُّؤَالِ عَنِ الْعَدَالَةِ(٥٧).

فقہاء کے مابین بیان کردہ اختلاف، اختلافِ زمانی ہے نہ کہ حقیقی اختلاف؛ کیوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا زمانہ خیر و صلاح کا زمانہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمانہ تابعین کا تھا، جن کی اچھائی کے بارے میں خود حضور نبی اکرم ﷺ نے گواہی دیتے ہوئے فرمایا تھا: میری امت میں بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو اس کے بعد کے زمانے کے ہیں اور پھر وہ جو اس کے بعد کے زمانے کے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان اَدوار کے بعد جھوٹ ظاہر ہو گا۔ گویا امام ابو حنیفہ کے دور کے لوگوں میں صالحیت اور راست بازی کا غلبہ تھا، اس لیے اس دور کے لوگوں کے چھپے ہوئے حال کے بارے میں بالعموم سوال اور تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ پھر زمانہ بدل گیا اور صاحبین کے زمانے میں اَخلاقی فساد ظاہر ہونے لگا، اس صورت میں بدلے ہوئے حالات کے مطابق گواہوں کی عدالت کے بارے میں چھان بین کے لیے سخت قواعد اپنا لیے گئے۔

---

(٥٧) الكاساني في بدائع الصنائع، ٦/ ٢٧٠.

(۲) امام القدوری (م ۴۲۸ھ)

امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری (م٤٢٨ھ) تغیر الاحکام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فَإِنْ كَانَتِ الْعَادَةُ بَاقِيَةً فِي بَلَدٍ، فَالْحُكْمُ يَتْبَعُهَا؛ فَإِذَا تَغَيَّرَتْ تَغَيَّرَ الْحُكْمُ(٥٨).

اگر کسی ملک / شہر میں کوئی خاص عادت (custom or usage) رائج ہے تو حکم اُس معروف عادت کے مطابق ہوگا، لیکن جب عادت بدل جائے گی تو حکم بھی تبدیل ہو جائے گا۔

(۳) امام فخر الدین الزیلعی الحنفی (م ۷۴۳ھ)

وَلَا يُنْكَرُ تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ لِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ كَغَلْقِ الْمَسَاجِدِ يَجُوْزُ فِيْ زَمَانِنَا(٥٩).

زمانہ بدلنے سے اَحکام کا بدل جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں مساجد کو مخصوص اوقات میں بند کرنے کا معمول ہے (جب کہ اَوائل دورِ اِسلام میں مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر اور مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہونے کے ناطے ہر وقت کھلی رہتی تھیں)۔

---

(٥٨) القدوري في الموسوعة الفقهية المقارنة المسماة بـ: التجريد، كتاب الأيمان، ١٢/ ٦٤٥٦، المسألة/ ١٥٨١، الرقم/ ٣١٩٧٩.

(٥٩) الزيلعي الحنفي في تبيين الحقائق، ١/ ١٤٠.

(۴) علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ)

امام بدر الدین العینی 'الهدایة' کی شرح 'البنایة' میں لکھتے ہیں:

اَلسَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ(٦٠).

سفر وہ حالت ہوتی ہے جس میں احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ جب انسان سفر کے لیے نکلتا ہے تو بیک وقت مکان اور اَحوال تبدیل ہو جاتے ہیں، لہٰذا حالتِ حضر کے کئی اَحکام، حالتِ سفر میں برقرار نہیں رہتے۔ جیسا کہ نماز قصر ہو جاتی ہے، روزہ افطار کیا جا سکتا ہے اور جمعہ و عیدین کی نمازوں کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

(۵) ابن نجیم الحنفی (م ۹۷۰ھ)

امام ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) 'البحر الرائق شرح کنز الدقائق' میں لکھتے ہیں:

اَلْأَحْكَامُ تَبْتَنِي عَلَى الْعُرْفِ، فَيُعْتَبَرُ فِي كُلِّ إِقْلِيمٍ، وَفِي كُلِّ عَصْرٍ عُرْفُ أَهْلِهِ(٦١).

اَحکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔ ہر علاقے اور ہر زمانے میں اُس کے عرف کا اِعتبار کیا جاتا ہے (یعنی حالات بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے)۔

---

(٦٠) بدر الدين العيني في البناية شرح الهداية، ٣/ ٣.

(٦١) ابن نجيم الحنفي في البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ٦/ ١٤٨.

(٦) ابن عابدین الشامی (م۱۲۵۲ھ)

(۱) ابن عابدین شامی (م۱۲۵۲ھ) اپنی معروف کتاب 'رد المحتار' میں 'تغیر الاحکام' کے بارے میں لکھتے ہیں:

لَوْ تَغَيَّرَ الْعُرْفُ فِيْ حَيَاتِهِ لَنَصَّ عَلَى تَغَيُّرِ الْحُكْمِ(٦٢).

اگر مجتہد کی زندگی میں عرف بدل جائے تو یہ تبدیلی بذاتِ خود حکم کی تبدیلی کے لیے نص کا کام دیتی ہے۔

(۲) علامہ ابن عابدین ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا وَقَعَ فَتْوَى بِنَاءً عَلَى مَانِعٍ، فَإِذَا زَالَ الْمَانِعُ تَغَيَّرَ الْحُكْمُ(٦٣).

بے شک کسی اَمرِ مانع کی وجہ سے ہی فتویٰ جاری کیا جاتا ہے، لیکن اَمرِ مانع ختم ہو جائے تو حکم بھی بدل جائے گا (یعنی حالات بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے)۔

(۳) ایک اور مقام پر اپنے رسالے نَشْرُ الْعُرْفِ فِيْ بَنَاءِ بَعْضِ الْأَحْكَامِ عَلَى الْعُرْفِ میں لکھتے ہیں:

---

(٦٢) ابن عابدين الشامي في رد المحتار على الدر المختار، ٥/ ١٧٧.

(٦٣) ابن عابدين الشامي في منحة الخالق على حاشية البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ٧/ ٢٩١.

مِنْ شُرُوْطِ الْاِجْتِهَادِ: مَعْرِفَةُ عَادَاتِ النَّاسِ، فَكَثِيْرٌ مِنَ الْأَحْكَامِ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ لِتَغَيُّرِ عُرْفِ أَهْلِهِ، أَوْ لِحُدُوْثِ ضَرُوْرَةٍ، أَوْ فَسَادِ أَهْلِ الزَّمَانِ(٦٤).

شرائطِ اجتہاد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قاضیان عظام اور مفتیان کرام لوگوں کی عادات سے آشنا ہوں۔ کیوں کہ بہت سے اَحکام تغیر زمانہ کے باعث لوگوں کے رسم و رواج کی تبدیلی سے یا کسی نئی پیش آمدہ ضرورت کی وجہ سے یا اس دور کے لوگوں کی زندگی میں فساد انگیزی کے سبب تبدیل ہو جاتے ہیں۔

(۷) الشیخ مصطفی الزرقا الحنفی

دورِ جدید کے معروف حنفی فقیہ شیخ مصطفی الزرقاء اپنی کتاب 'شرح القواعد الفقہیۃ' میں لکھتے ہیں:

لَا يُنْكَرُ تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَزْمَانِ أَيْ بِتَغَيُّرِ عُرْفِ أَهْلِهَا وَعَادَتِهِمْ، فَإِذَا كَانَ عُرْفُهُمْ وَعَادَتُهُمْ يَسْتَدْعِيَانِ حُكْمًا ثُمَّ تَغَيَّرَا إِلَى عُرْفٍ وَعَادَةٍ أُخْرَى فَإِنَّ الْحُكْمَ يَتَغَيَّرُ إِلَى مَا يُوَافِقُ مَا انْتَقَلَ إِلَيْهِ عُرْفُهُمْ وَعَادَتُهُمْ(٦٥).

---

(٦٤) محمد آمين الآفندي في مجموعة رسائل ابنِ عابدين: نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف، ٢/ ١٢٥.

(٦٥) مصطفى الزرقا في شرح القواعد الفقهية، ١/ ٢٢٧.

زمانوں کے بدلنے سے احکام کے بدلنے کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہاں زمانوں کے بدلنے سے مراد اَہلِ زمانہ کے عرف وعادت (usage, custom and circumstances) کا بدل جانا ہے۔ جب ان کا عرف و رواج اور عمومی عادت کسی خاص حکم کا تقاضا کرتی تھی تو وہ حکم اسی کے مطابق ہوتا تھا۔ جب وہ عرف و عادت کسی مختلف طریقے یا نہج میں بدل گئی تو حکم اسی کی موافقت میں بدل جائے گا جس کی طرف وہ عرف و عادت منتقل ہوگئی ہے۔

۲۶۔ فقہاے مالکیہ کی تصریحات

(ا) امام مالک (م ۱۷۹ھ)

امام مالک بن انس نے اپنے فتاویٰ کی بنیاد اپنے زمانے کے اَحوال اور عرف پر رکھی۔ جیسا کہ امام قاسم بن عبد اللہ بن الشباط (م ۷۲۳ھ) لکھتے ہیں:

وَمَا قَالَهُ مِنْ أَنَّ مَالِكًا ﷺ إِنَّمَا بَنَى عَلَى عُرْفِ زَمَانِهِ هُوَ الظَّاهِرُ، وَمَا قَالَهُ مِنْ لُزُومِ تَغَيُّرِ الْفَتْوَى عِنْدَ تَغَيُّرِ الْعُرْفِ صَحِيحٌ(٦٦).

---

(٦٦) ابن الشباط في إدرار الشروق على أنوار الفروق على حاشية أنوار البروق في أنواء الفروق للقرافي، ٣/ ١٧٥؛ ومحمد بن علي بن حسين في تهذيب الفروق والقواعد السنية في الأسرار الفقهية على حاشية أنوار البروق في أنواء الفروق للقرافي، ٣/ ٢١٣.

امام مالک کا اپنے زمانے کے عرف پر فتویٰ کی بنیاد رکھنا ظاہر و باہر ہے۔ اور آپ کا یہ قول کہ عرف کے بدلنے سے فتویٰ اور حکم بدل جاتا ہے، بالکل درست ہے۔

(۲) امام ابو عبد اللہ المازری (م ۵۳۶ھ)

زمان و مکان اور عادات و احوال کی وجہ سے فتویٰ کے بدلنے پر امام ابو عبد اللہ المازری المالکی (م ۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُفْتِيَ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْتَفْتِيْهِ عَنْ لَفْظَةٍ مِنْ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ، وَعُرْفُ بَلَدِ الْمُفْتِيْ فِيْ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ أَوْ غَيْرُهُ مِنَ الْأَحْكَامِ، لَا يُفْتِيْهِ بِحُكْمِ بَلَدِهِ بَلْ يَسْأَلُهُ: هَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ بَلَدِ الْمُفْتِيْ؟ فَيُفْتِيهِ حِيْنَئِذٍ بِحُكْمٍ(٦٧).

اگر مفتی یا قاضی کے پاس (کسی دوسرے علاقے سے) کوئی شخص (طلاق کے باب میں) اِس قسم کے کسی لفظ کے حوالے سے فتویٰ پوچھنے یا حکم لینے کے لیے آئے اور مفتی کے علاقے یا ملک میں ان الفاظ کے ساتھ دی جانے والی طلاق کو تین طلاقیں سمجھا جاتا ہو۔ یا اس کے علاوہ دیگر ایسے احکام کا معاملہ ہو (جن میں ایک علاقے اور دوسرے علاقے کے حالات میں عرف و عادت کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا ہو)۔ الغرض ایسے مسائل کے بارے میں فتویٰ پوچھا جائے تو مفتی (دوسرے علاقے کے

(٦٧) القرافي في أنوار البروق في أنواء الفروق، الفرق الأول، ١٢٨/١، الرقم/ ٢٣٦.

سائل کو) اپنے علاقے کے حالات کے مطابق فتویٰ نہ دے، بلکہ سائل سے پوچھے کہ وہ کس علاقے یا ملک سے ہے اور پھر اُس علاقے کے حالات و ظروف کے مطابق فتویٰ دے (اگرچہ اس مفتی کے اپنے علاقے کے حالات میں اس مسئلہ کا فتویٰ مختلف ہی کیوں نہ ہو)۔

(۳) امام ابو العباس القرافی (م ۶۸۴ھ)

(۱) تغير الأحكام بتغير الظروف والأحوال کی بابت امام ابو العباس بن ادریس القرافی (م ۶۸۴ھ) فرماتے ہیں:

فَمَهْمَا تَجَدَّدَ فِي الْعُرْفِ اعْتَبِرْهُ، وَمَهْمَا سَقَطَ أَسْقِطْهُ. وَلَا تَجْمُدْ عَلَى الْمَسْطُوْرِ فِي الْكُتُبِ طُوْلَ عُمْرِكَ(٦٨).

جب بھی عرف (custom) میں کوئی نئی چیز آئے تو اس کا اعتبار کرو اور جب ختم ہو جائے تو اسے چھوڑ دو۔ ساری عمر کتاب میں لکھی ہوئی سطور میں بند ہو کر نہ رہ جاؤ۔ یعنی اپنے آپ کو عمر بھر کتابوں میں نقل شدہ مسائل تک ہی محدود نہ کیے رکھو (بلکہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر خوب نظر رکھ کر علمی تحقیق اور فتاوی کو آگے بڑھاتے رہو)۔

(۲) امام القرافی مزید لکھتے ہیں:

اَلْجُمُوْدُ عَلَى الْمَنْقُوْلَاتِ أَبَدًا ضَلَالٌ فِي الدِّيْنِ وَجَهْلٌ بِمَقَاصِدِ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالسَّلَفِ الْمَاضِيْنَ، وَعَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ

(٦٨) القرافي في أنوار البروق في أنواء الفروق، الفرق الثامن والعشرون، ١/ ٣١٤، الرقم/ ٨١١.

تَتَخَرَّجُ أَيْمَانُ الطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ وَجَمِيْعُ الصَّرَائِحِ وَالْكِنَايَاتِ. فَقَدْ يَصِيْرُ الصَّرِيْحُ كِنَايَةً فَيَفْتَقِرُ إِلَى النِّيَّةِ، وَقَدْ تَصِيْرُ الْكِنَايَةُ صَرِيْحًا فَتَسْتَغْنِي عَنِ النِّيَّةِ(٦٩).

محض کتابوں میں نقل شدہ مسائل میں جمود کا شکار ہونا شریعت میں گمراہی کے زمرے میں آتا ہے اور مسلمان اکابر علماء اور اَسلاف کے بیان کردہ مقاصد سے لاعلمی اور جہالت کے مترادف ہے۔ اس قاعدے پر طلاق اور عتاق کی قسمیں اور صریح و کنایہ کے تمام صیغے بھی متفرع ہوتے ہیں کیوں کہ بعض اوقات صریح، کنایہ میں بدل جاتا ہے اور اسے نیت کی محتاجی ہوتی ہے، اور بعض اوقات کنایہ صریح بن جاتا ہے اور وہ نیت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ (لہٰذا جملہ مسائلِ شرعیہ میں اَحکام وضع کرتے ہوئے اَحوال و ظروف اور حالات و واقعات سے گہری شناسائی بے حد ضروری ہے۔)

(۳) ایک اور مقام پر امام القرافی لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْأَحْكَامَ الْمُرَتَّبَةَ عَلَى الْعَوَائِدِ تَتْبَعُ الْعَوَائِدَ، وَتَتَغَيَّرُ عِنْدَ تَغَيُّرِهَا(٧٠).

---

(٦٩) القرافي في أنوار البروق في أنواء الفروق، الفرق الثامن والعشرون، ١/ ٣١٤-٣١٥، الرقم/ ٨١١.

(٧٠) القرافي في أنوار البروق في أنواء الفروق، الفرق الرابع والعشرون والمائة، ٣/ ٧٤٧، الرقم/ ١٦٦٧.

حق یہی ہے کہ (زمان و مکان اور) عادات و اَحوال کے بدلنے سے فتاویٰ اور فیصلہ جات تبدیل ہوجاتے ہیں، اور یہ سب کچھ اللہ کے دین کا حصہ ہے۔

(۴) امام القرافی اپنی کتاب الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام میں لکھتے ہیں:

يَتَغَيَّرُ الْحُكْمُ فِيْهِ عِنْدَ تَغَيُّرِ الْعَادَةِ إِلَى مَا تَقْتَضِيْهِ الْعَادَةُ الْمُتَجَدِّدَةُ، وَلَيْسَ هَذَا تَجْدِيْدًا لِلْاِجْتِهَادِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ حَتَّى يُشْتَرَطَ فِيْهِ أَهْلِيَّةُ الْاِجْتِهَادِ، بَلْ هَذِهِ قَاعِدَةٌ اجْتَهَدَ فِيْهَا الْعُلَمَاءُ وَأَجْمَعُوْا عَلَيْهَا، فَنَحْنُ نَتْبَعُهُمْ فِيْهَا مِنْ غَيْرِ اسْتِئْنَافِ اجْتِهَادٍ.

أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ أَجْمَعُوْا عَلَى أَنَّ الْمُعَامَلَاتِ إِذَا أُطْلِقَ فِيْهَا الثَّمَنُ يُحْمَلُ عَلَى غَالِبِ النُّقُوْدِ. ... وَكَذَلِكَ الْإِطْلَاقُ فِي الْوَصَايَا وَالْأَيْمَانِ وَجَمِيْعِ أَبْوَابِ الْفِقْهِ الْمَحْمُوْلَةِ عَلَى الْعَوَائِدِ، إِذَا تَغَيَّرَتِ الْعَادَةُ تَغَيَّرَتِ الْأَحْكَامُ فِيْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ(۷۱).

دین میں حکم عادت (usage) کے بدل جانے سے اس طرح بدل جاتا ہے جس طرح نئی عادت تقاضا کر رہی ہوتی ہے۔ یہ مقلدین کی طرف سے اجتہاد کی تجدید نہیں ہے کہ اس میں اہلیتِ اجتہاد کی شرائط رکھی جائیں۔ بلکہ یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس میں ہمارے (قدیم) علماء اجتہاد کر چکے ہیں اور اس پر ان کا اِجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ہم اس میں نئے سرے

(۷۱) القرافي في الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام، ۱/ ۲۱۸-۲۱۹.

سے اجتہاد کیے بغیر (حکم بدلنے میں بھی) انہی کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جملہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ معاملات میں جب ثمن کو مطلق رکھا جائے تو اسے غالب کرنسی پر محمول کیا جائے گا۔ ۔۔۔اسی طرح وصیتوں اور قسموں اور فقہ کے تمام ابواب میں اِطلاقِ اَحکام کو عادات پر محمول کیا جائے گا۔جب عادت بدل جائے گی تو ان ابواب میں احکام بھی بدل جائیں گے۔

(۴) علامہ ابن فرحون المالکی (م ۷۹۹ھ)

علامہ ابن فرحون المالکی (م ۷۹۹ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْقَاعِدَةَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهَا أَنَّ كُلَّ حُكْمٍ مَبْنِيٌّ عَلَى عَادَةٍ، إِذَا تَغَيَّرَتِ الْعَادَةُ تَغَيَّرَ الْحُكْمُ(۷۲).

(جلبِ منفعت اور دفعِ مضرّت کے) اِس قاعدہ پر سب کا اِجماع ہے کہ 'ہر وہ حکم جو کسی زمانے کی خاص عادت اور رواج پر مبنی ہو، اُس عادت اور رواج کے بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔

(۵) علامہ ابو عبد اللہ المواق المالکی (م۸۹۷ھ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف المواق المالکی 'شرح مختصر خلیل' میں لکھتے ہیں:

---

(۷۲) ابن فرحون المالكي في تبصرة الحُكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام، ۲/ ۱۳٤.

كُلُّ حُكْمٍ مُرَتَّبٍ عَلَى عُرْفٍ أَوْ عَادَةٍ يَبْطُلُ عِنْدَ زَوَالِ تِلْكَ الْعَادَةِ، فَإِذَا تَغَيَّرَ تَغَيَّرَ الْحُكْمُ(٧٣).

ہر وہ حکم جو کسی عرف یا عادت کی بنا پر مرتب ہوتا ہے، وہ اُس عادت کے ختم ہو جانے پر باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ طے شدہ اُصول ہے کہ جب عادت بدل جائے تو حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔

(٦) علامہ عبد الباقی الزرقانی (م١٠٩٩ھ)

علامہ عبد الباقی بن یوسف بن احمد الزرقانی شرح مختصر خلیل میں لکھتے ہیں:

اَلْقَاعِدَةُ: أَنَّ اللَّفْظَ مَتَى كَانَ الْحُكْمُ فِيْهِ مُضَافًا لِحُكْمٍ عَادِيٍّ بَطَلَ ذَلِكَ الْحُكْمُ عِنْدَ بُطْلَانِ تِلْكَ الْعَادَةِ، وَتَغَيَّرَ إِلَى حُكْمٍ آخَرَ إِنْ شُهِدَتْ لَهُ عَادَةٌ أُخْرَى(٧٤).

قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی عادت کے ساتھ خاص ہوگا تو وہ حکم اُس عادت کے ختم ہو جانے پر باطل ہو جائے گا۔ اور اگر نئی عادت وقوع پذیر ہو جائے تو اُس کے مطابق حکم بھی تبدیل ہو جائے گا۔

---

(٧٣) أبو عبد الله المواق المالكي في التاج والإكليل لمختصر خليل على حاشية مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، ٦/ ٢٦٨.

(٧٤) الزرقاني في شرح على مختصر خليل، ٤/ ٢٣٠.

٢٧۔ فقہاے شافعیہ کی تصریحات

(۱) امام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی (م۷۵۶ھ)

امام تقی الدین سبکی اپنے 'فتاویٰ' میں زمانہ اور حالات و واقعات کے بدلنے سے فتوی تبدیل ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

لَا نَقُوْلُ: إِنَّ الْأَحْكَامَ تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ بَلْ بِاخْتِلَافِ الصُّوْرَةِ الْحَادِثَةِ، فَإِذَا حَدَثَتْ صُوْرَةٌ عَلَى صِفَةٍ خَاصَّةٍ، عَلَيْنَا أَنْ نَنْظُرَ فِيْهَا. فَقَدْ يَكُوْنُ مَجْمُوْعُهَا يَقْتَضِي الشَّرْعُ لَهُ حُكْمًا(۷۵).

ہم یہ نہیں کہتے کہ اَحکام محض زمانہ بدلنے سے تبدیل ہوجاتے ہیں؛ بلکہ یہ تبدیلی نئی صورت حال پیش آنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب کسی خاص وصف کے ساتھ کوئی نئی صورتِ حال درپیش آئے تو اس میں ہمارے فقہاء اور مفتیان کے لیے غور و فکر کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے بدلے ہوئے حالات میں شریعت بھی نئے حکم کا تقاضا کرتی ہے۔ (اس اُصول کو ہمیشہ ملحوظ رکھ کر فیصلے کرنے چاہییں۔)

(۲) امام بدر الدین الزرکشی (م۷۹۴ھ)

زمانے اور حالات کے بدلنے سے فتویٰ کے بدل جانے پر امام بدر الدین الزرکشی الشافعی نے بھی درج ذیل اصول رقم کیا ہے:

---

(۷۵) السبكي في الفتاوى، ٢/ ٥٧٢.

فَلَا نَقُولُ: إِنَّ الْأَحْكَامَ تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ بَلْ بِاخْتِلَافِ الصُّورَةِ الْحَادِثَةِ(٧٦).

ہم یہ نہیں کہتے کہ اَحکام محض زمانہ بدلنے سے تبدیل ہوجاتے ہیں؛ بلکہ یہ تبدیلی نئی صورت حال پیش آنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(۳) امام ابن حجر الہیتمی المکی (م۹۷۳ھ)

امام ابن حجر الہیتمی المکی تَغَيُّرُ الْحُكْمِ بِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ کے باب میں مختلف مثالیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْأَحْكَامُ تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ أَهْلِ الزَّمَانِ، وَهَذَا صَحِيْحٌ عَلَى مَذَاهِبِ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ(٧٧).

اَحکام اَہلِ زمان و مکان کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں اور یہ متقدم اور متأخر جملہ علماء کے نزدیک درست اصول ہے۔

(۴) الشیخ محمد وھبۃ الزحیلی

عصر حاضر کے معروف فقیہ الشیخ محمد وھبۃ الزحیلی ’الفقه الإسلامي وأدلته‘ میں لکھتے ہیں:

لَا يُنْكَرُ تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَزْمَانِ(٧٨).

---

(٧٦) الزركشي في البحر المحيط فى أصول الفقه، ١/ ١٣١.

(٧٧) ابن حجر الهيتمي المكي في الفتاوى الفقهية الكبرى، ١/ ٢٠٢.

(٧٨) وهبة الزحيلي في الفقه الإسلامي وأدلته، ١/ ١١٦.

زمانہ بدلنے سے اَحکام کا بدل جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔

(۵) الشیخ محمد مصطفی الزحیلی

الشیخ محمد مصطفی الزحیلی لکھتے ہیں:

لَيْسَ تَبَدُّلُ الْأَحْكَام إِلَّا تَبَدُّلَ الْوَسَائِلِ وَالْأَسَالِيْبِ الْمُوْصِلَةِ إِلَى غَايَةِ الشَّارِعِ، فَإِنَّ تِلْكَ الْأَسَالِيْبَ وَالْوَسَائِلَ فِي الْغَالِبِ لَمْ تُحَدِّدْهَا الشَّرِيْعَةُ الْإِسْلَامِيَّةُ، بَلْ تَرَكَتْهَا مُطْلَقَةً لِكَى يُخْتَارَ مِنْهَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ مَا هُوَ أَصْلَحُ فِي التَّنْظِيْمِ نِتَاجًا، وَأَنْجَحُ فِي التَّقْوِيْمِ عِلَاجًا(۷۹).

احکام میں تبدیلی ان وسائل اور اسالیب میں تبدیلی پر منحصر ہے جو شارع کی غرض و غایت تک پہنچانے والے ہیں، اور بے شک غالب طور پر شریعت اسلامیہ نے ان وسائل اور اسالیب کو محدود نہیں کیا بلکہ انہیں مطلق چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں سے ہر زمانہ میں ایسے وسائل اور اسالیب کو اختیار کیا جاسکے جو دین کے اجتماعی نظم و نسق میں بہتر نتائج پیدا کرنے اور دینِ متین کو مضبوط تر کرنے کی صلاحیت و قابلیت کے حامل ہوں۔

---

(۷۹) محمد مصطفى الزحيلي في القواعد الفقهية في المذاهب الأربعة، ۱/ ۳۵۵.

۲۸۔ فقہاے حنابلہ کی تصریحات

(۱) امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)

امام احمد بن حنبل سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ لوگ بھوک سے دوچار ہوں اور کوئی شخص مجبور ہو کر چوری کرے تو کیا اُس وقت بھی آپ قطعِ ید کا حکم دیں گے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا:

لَا أَقْطَعُهُ إِذَا حَمَلَتْهُ الْحَاجَةُ وَالنَّاسُ فِيْ شِدَّةٍ وَمَجَاعَةٍ(۸۰).

جب اس کو حاجت مندی مجبور کرے اور لوگ بھوک اور سختی کے دور سے گزر رہے ہوں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (یعنی قطعِ ید کے قرآنی حکم کا نفاذ معطل ہو جائے گا)۔

(۲) علامہ ابن القیم (م۷۵۱ھ)

(۱) علامہ ابن القیم زمان و مکان اور حالات و عادات کے لحاظ سے فتویٰ میں تبدیلی کے بارے میں لکھتے ہیں:

تَغَيُّرُ الْفَتْوَى وَاخْتِلَافُهَا بِحَسَبِ تَغَيُّرِ الْأَزْمِنَةِ وَالْأَمْكِنَةِ وَالْأَحْوَالِ وَالنِّيَّاتِ وَالْعَوَائِدِ، هَذَا فَصْلٌ عَظِيْمُ النَّفْعِ جِدًّا، وَقَعَ بِسَبَبِ الْجَهْلِ بِهِ غَلَطٌ عَظِيْمٌ عَلَى الشَّرِيْعَةِ، أَوْجَبَ مِنَ الْحَرَجِ وَالْمَشَقَّةِ وَتَكْلِيْفِ مَا لَا سَبِيْلَ إِلَيْهِ، مَا يُعْلَمُ أَنَّ الشَّرِيْعَةَ الْبَاهِرَةَ

(۸۰) ابن قدامة المقدسي في المغني، ۹/ ۱۱۸.

الَّتِي فِي أَعْلَى رُتَبِ الْمَصَالِحِ لَا تَأْتِي بِهِ. فَإِنَّ الشَّرِيْعَةَ مَبْنَاهَا وَأَسَاسُهَا عَلَى الْحُكْمِ وَمَصَالِحِ الْعِبَادِ فِي الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ وَهِيَ عَدْلٌ كُلُّهَا وَرَحْمَةٌ كُلُّهَا وَمَصَالِحُ كُلُّهَا وَحِكْمَةٌ كُلُّهَا[81].

زمانے، مقامات، حالات، نیّات اور عادات کے بدلنے سے فتوی کا بدلنا بہت نفع مند اَمر ہے، مگر جہالت کی وجہ سے لوگ اس ضمن میں شریعت کے بارے میں بہت بڑی غلطی کا اِرتکاب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حرج، مشقت اور تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ حالاں کہ اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، کیوں کہ وہ نہیں جانتے کہ مصلحت کے اعلیٰ درجے کی حامل روشن شریعت حرج، مشقت اور تکلیف لے کر نہیں آئی، بلکہ شریعتِ اسلامیہ کی بنیاد حکمتوں، لوگوں کی دنیاوی اور اُخروی بہبود اور فلاحی مصلحتوں پر ہے اور شریعت سراسر اِنصاف کا نام ہے، سراسر رحمت و مصلحت کا نام ہے اور سراسر حکمت و دانش مندی کا نام ہے۔

(۲) علامہ ابن القیم دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْفَتْوَى تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالْعَوَائِدِ وَالْأَحْوَالِ، وَذَلِكَ كُلُّهُ مِنْ دِيْنِ اللهِ[82].

---

(٨١) ابن القيم في إعلام الموقعين، ٣/ ٣.

(٨٢) ابن القيم في إعلام الموقعين، ٤/ ٢٠٥.

حق یہی ہے کہ زمان و مکان اور عادات و اَحوال کے بدلنے سے فتاویٰ اور فیصلہ جات تبدیل ہوجاتے ہیں، اور یہ سب کچھ اللہ کے دین کا حصہ ہے۔

(۳) علامہ محمد الشنقیطی

علامہ محمد شنقیطی ایک فقہی مسئلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وَهَذَا النَّوْعُ هُوَ الَّذِيْ يُسَمِّيْهِ الْعُلَمَاءُ: ((تَغَيُّرُ الْفَتْوَى بِتَغَيُّرِ الزَّمَانِ)). قَدْ تُوْجَدُ أُمُوْرٌ تَقْتَضِيْ تَغَيُّرَ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَزْمِنَةِ[83].

اُصولِ فقہ کے اس قاعدے کو علماء کرام نے یہ عنوان دیا ہے: 'بدلے ہوئے اَحوال و واقعات کے تناظر میں شرعی اَحکام بدل جاتے ہیں۔' بے شک ایسے اُمور پیش آجاتے ہیں جو زمانہ بدل جانے کے باعث اَحکام کے بدل جانے کا تقاضا کرتے ہیں۔

(۸۳) الشنقيطي في شرح زاد المستقنع مختصر مقنع، كتاب الإيلاء، مسائل القضاء المرتبة على باب الإيلاء.

۲۹۔ الفقہ العام

(۱) الموسوعة الفقهية الكويتية

وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامية، الكويت کی جانب سے جاری ہونے والے الموسوعة الفقهية الكويتية میں تغیر احکام کے ضمن میں بھی یہی لکھا گیا ہے:

وَلَوْ تَغَيَّرَ الْعُرْفُ فِي حَيَاتِهِ، لَنَصَّ عَلَى تَغَيُّرِ الْحُكْمِ(۸٤).

اگر مجتہد کی زندگی میں عرف تبدیل ہو جائے، تو یہ تبدیلی یقینا حکم کے بدلنے کی نص کہلائے گی۔

(۲) مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی

منظمة المؤتمر الإسلامي کے تحت جاری ہونے والے مجلہ مُجَمَّع الفقه الإسلامي میں تغیر الاحکام کے حوالے سے مرقوم ہے:

اَلْعُرْفُ إِذَا تَغَيَّرَ تَغَيَّرَ الْحُكْمُ بِتَغَيُّرِهِ فِي كُلِّ مَا كَانَ مَرْجِعُهُ لِلْعُرْفِ(۸٥).

عرف وہ ہوتا ہے کہ جب وہ تبدیل ہوجائے تو اس کے بدل جانے سے ہر اُس شے کا حکم بدل جاتا ہے جس کا مرجع وہی عرف ہوتا ہے۔

---

(۸٤) الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۲/ ٦۹.

(۸٥) مجله مُجَمَّع الفقه الإسلامي، ٥/ ۲٥۰٦.

فتویٰ فکری آزادی کا درس دیتا ہے

فتویٰ اور تحقیق میں ہمیشہ بڑوں کے احترام کو ملحوظ رکھیں، ان کی کتب سے سیکھیں، مگر ان کی سطور کے قیدی بن کر نہ رہ جائیں۔ اسلاف کے فتوے ہمیں فکری آزادی کا درس دیتے ہیں۔ اگر وہ سابقین کے فتووں میں قید ہو جاتے تو نہ اس طرح کے فتوے لکھ سکتے اور نہ ہی علم کی نئی دنیا آباد کر سکتے۔ لہٰذا اسلاف کے بنائے ہوئے قواعد سے سیکھیں اور وسعتِ نظری پیدا کریں، کیوں کہ علم وسعت کا نام ہے، تنگی کا نہیں؛ علم زندگی ہے، موت نہیں؛ علم تحرّک ہے، جمود نہیں۔ اگر علم زندہ نہ ہو تو نہ درپیش چیلنجز کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اس کی ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے اور نہ ہی زمانے کے بدلتے حالات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ نئے زمانے کے ساتھ تعلق بھی علم نے جوڑنا ہے۔ وہی علم اس تعلق کو جوڑے گا، جس میں تحرّک ہو گا۔ جو پہلے زمانوں کی لکھی ہوئی سطور سے باہر آنے کو تیار نہیں، اسے آنے والا زمانہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔

فقہاء جو کچھ لکھتے ہیں حق ہوتا ہے، مگر یاد رکھیں کسی کی کتاب، قول، مذہب یا فتویٰ قرآن و حدیث کا بدل نہیں ہوتا۔ جب کسی فقیہ کی کتاب، قول، مذہب یا فتوے کو قرآن و حدیث کا درجہ دیں گے تو وہیں سے دین ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی ہے کہ جو ان کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ جو ہم سے، ہماری رائے سے، ہمارے مذہب یا فتویٰ سے اختلاف کرے، اس پر کبھی کفر کا فتویٰ نہ لگائیں۔ ایسا طرزِ فکر جہالت، تنگ نظری اور تعلیماتِ اسلام کی حقیقی روح سے ناآشنائی کی دلیل ہو گا۔

ابنِ قدامہ مقدسی لکھتے ہیں:

إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ بَشَّارِ سَأَلَهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فِي الطَّلَاقِ فَقَالَ: إِنْ فَعَلَ حَنَثَ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا عَبْد اللهِ، إِنْ أَفْتَانِي إِنْسَانٌ يَعْنِي لَا يُحْنَثُ، فَقَالَ: تَعْرِفُ حَلَقَةَ الْمَدَنِيِّيْنَ حَلَقَةً بِالرَّصَافَةِ؟ فَقَالَ: إِنْ أَفْتُونِي بِهِ حَلَّ. قَالَ: نَعَمْ.

حسین بن بشار نے امام احمد بن حنبل سے طلاق سے متعلق سوال پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اگر اس بندے نے ایسا کیا تو وہ حانث (قسم توڑنے والا) ہو جائے گا۔ حسین بن بشار نے ان سے پوچھا! اگر کسی (مفتی) نے مجھے یہ فتویٰ دیا کہ وہ حانث نہیں ہو گا؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: رصافہ (بغداد) میں اہلِ مدینہ کے حلقہ کو جانتے ہو (جہاں مفتیانِ کرام کی ایک جماعت کے بارے میں سنا ہے کہ وہ آسانی پر مبنی فتویٰ دیتے ہیں)؟ حسین بن بشار نے کہا: اگر انہوں نے مجھے یہ فتویٰ دیا تو کیا میرے لیے اس پر عمل کرنا جائز ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں (جائز ہے)۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد ابنِ قدامہ مقدسی لکھتے ہیں:

وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى التَّخْيِيرِ بَعْدَ الْفُتْيَا(٨٦).

اور (ان کا) یہ عمل فتویٰ کے بعد (بھی دوسرے فتویٰ پر عمل کے) اختیار پر دلالت کرتا ہے۔

---

(٨٦) ابنِ قدامة المقدسي في روضة الناظر، ١/ ٣٨٦.

۳۰۔ مجتہدین کے چار مدارج

یہاں اس اشکال کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ تغیرِّ زمان اور تغیرِّ احوال میں تغیرِّ احکام کا قول کس درجہ کا فقیہ صادر کر سکتا ہے یعنی ایسی صورت میں کس کا فتویٰ یا تحقیق معتبر اور مقبول ہو گی یا کس کی نا مقبول؟ اس کے جواب کے لیے مجتہدین کے مدارج و مراتب کا جاننا ضروری ہے۔

علماء کرام نے ائمہ ٔفقہ میں سے مجتہدین کے چار مدارج بیان کیے ہیں:

(۱) مجتہد فی الشرع / مجتہد مطلق

یہ شخصیات وہ ہیں جنہوں نے اجتہاد کے اصول وضع کیے اور پھر ان اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کیا۔ مثلاً: امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔

(۲) مجتہد فی المذہب

اِس مقام کے حامل وہ ائمہ کرام ہیں جو کسی مذہب کے بانی نہ تھے بلکہ ائمہ ٔ اربعہ میں سے کسی ایک کے شاگرد تھے۔ وہ کئی فروعی مسائل میں اپنے امام سے اختلاف کرکے اجتہاد کی بنا پر مسائل کا استخراج بھی کرتے تھے اور اس اجتہاد کی بنیاد اپنے امام کے وضع کردہ اصولوں کو بناتے تھے۔ انہوں نے مجتہدین فی الشرع کے مذاہب کی تدوین کی اور اسے تحریر کیا۔ نیز یہ ادلہ سے استخراجِ احکام بھی کرتے ہیں۔ اس طبقے میں امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زُفر وغیرہ اور شافعیہ سے امام مزنی وغیرہ اور اَصحابِ امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

(۳) مجتہد فی المسائل

یہ ائمہ مذہب کے اصول و مبادی میں نہیں بلکہ بعض فروعی مسائل میں امام کے اجتہاد سے اختلاف کرتے ہیں مثلاً مذہبِ حنفی میں طحاوی، سرخسی اور بزدوی وغیرہ اور مذہبِ شافعی میں غزالی وغیرہ مجتہد فی المسائل ہیں۔ اگر کسی مسئلے پر صاحبِ مذہب کی رائے نہ ہو تو پھر مسائل میں اجتہاد کرنے والے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ مجتہدین فی المسائل کہلاتے ہیں اور ان میں حسبِ اصول، استنباطِ احکام و مسائل کی صلاحیت ہوتی ہے۔

(۴) مجتہد مقید

مجتہد مقید وہ مجتہد ہوتا ہے جو پیش آمدہ مسائل کا استنباط اپنے امام کے اصول و قواعد کے مطابق کرتا ہے۔

مجتہد مقید کی تین اقسام ہیں:

(i) اَصحابِ تخریج

اَصحابِ تخریج وہ فقہاء ہیں جو اصول و فروع میں مقلد ہوتے ہیں۔ ان کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے جیسے امام جصاص اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہ۔ اجتہاد فی الشرع، اجتہاد فی المذہب اور اجتہاد فی المسائل کے باب میں تو اَصحابِ تخریج کو مجتہد نہیں مانا جاتا۔ چوں کہ یہ اجتہاد کے اصول و ضوابط اور مسائل کی تحقیق و تفصیل کو خوب جانتے ہیں، اس لیے قول مجمل ہو تو اس کی وجوہ کو جانتے ہیں، محتمل ہو تو اس کے احتمال کو جانتے ہیں اور اس طرح مختلف امثال و نظائر کے ساتھ قیاس کر کے مسائل

کی تخریج بھی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں صاحبِ 'ہدایہ' کا بھی 'تخریج الرازی' کے الفاظ کا استعمال اسی طرف اشارہ ہے۔

(ii) اَصحابِ ترجیح

اَصحاب الترجیح کے قول اور فتویٰ پر بھی اعتماد کیا جاتاہے۔یہ بھی اصول و فروع میں صاحب المذہب امام کے مقلد ہوتے ہیں۔کسی ایک مسئلہ پر منقول روایات میں سے کسی ایک کو اپنے صاحبِ مذہب امام کے اصول و قواعد اور دیگر نظائر کی بنیاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ حضرات اِن اَقوال پر بحث کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اِصطلاحات کے ذریعے ان کے متعلق یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ:

هَذَا أَصَحُّ.	یہ صحیح تر ہے۔
هَذَا أَوْسَعُ.	یہ وسیع تر ہے۔
هَذَا أَحْوَطُ.	یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔
هَذَا أَقْيَسُ.	یہ قیاس کے زیادہ قریب ہے۔
هَذَا أَوْلَى.	یہ زیادہ بہتر ہے۔
هَذَا أَوْضَحُ.	یہ زیادہ واضح ہے۔
هَذَا أَصَحُّ رِوَايَةً.	یہ روایت کے اعتبار سے صحیح تر ہے۔
هَذَا أَوْفَقُ لِلْقِيَاسِ.	یہ قیاس سے زیادہ موافق ہے۔
هَذَا أَرْفَقُ لِلنَّاسِ.	یہ لوگوں کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

گویا اصحابِ تخریج مذکورہ الفاظ کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اس طبقہ میں امام ابو الحسن قدوری اور ان جیسے دیگر ائمہ شامل ہیں۔

(iii) اَصحابِ تمیز

اَصحاب تمیز وہ فقہاء ہیں جن کے اندر مختلف اقوال میں امتیاز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے کہ کون سا قول اَقویٰ ہے اور کون سا ضعیف، کون سی دلیل قوی ہے اور کون سی ضعیف؟ ان میں اتنا علم، مطالعہ، تحقیق اور صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ بآسانی معلوم کر لیتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ قول کون سا ہے، ظاہر المذہب کون سا ہے اور روایتِ نادرہ کون سی ہے؟ کتبِ فقہ کو دیکھیں تو ان میں ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی اقوال ملیں گے۔

اِس طبقہ میں بڑے بڑے معتبر متون والے لوگ ہیں؛ جیسے صاحبِ 'کنز الدقائق'، صاحبِ 'در المختار'، صاحب 'الوقایۃ'، صاحب 'شرح الوقایۃ' وغیرہ۔ ان کے پاس کم از کم یہ فہم ہوتا ہے کہ تمام کتب سے اَقوالِ مردودہ اور روایاتِ ضعیفہ کو جمع نہیں کرتے بلکہ یہ تمیز کرتے ہیں کہ کیا لینا ہے اور کیا نہیں لینا؛ اور اس کے بعد قول کو متن میں لاتے ہیں۔

مقلّد محض

ان مجتہدین کے بعد مقلدین کا وہ طبقہ ہوتا ہے جو بغیر حجتِ ملزمہ کے اپنے ائمہ کے مسلک پر چلتے ہیں(۸۷)۔

(۸۷) ابن عابدين الشامي في عقود رسم المفتي/ ٥-٦.

خلاصہ کلام

معروف مؤرّخ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> دنیا کے حالات اور اقوامِ عالم کی عادات ہمیشہ ایک حالت پر باقی نہیں رہتیں۔ دنیا تغیراتِ زمانہ اور اِنقلاباتِ اَحوال کا نام ہے۔ جس طرح یہ تبدیلیاں افراد، ساعات اور شہروں میں ہوتی ہیں اُسی طرح دنیا کے تمام گوشوں، تمام زمانوں اور تمام معاشروں میں واقع ہوتی ہیں۔ یہی رب تعالیٰ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں ہمیشہ سے جاری و ساری ہے[(۸۸)]۔

لہٰذا! اَحکام، قضایا اور فتاویٰ صادر کرتے ہوئے اِس اُصول کو نظر انداز کر دینا شریعت اِسلامیہ کے اصل اَغراض و مقاصد سے اِنحراف ہوگا۔ یہ اُصول معاشروں اور طبقات کی زندگی پر اجتماعی طور پر بھی نافذ العمل ہوگا، افراد کی نجی یا باہمی زندگی کے اَحوال پر بھی وارد ہوگا اور مخصوص واقعات، حادثات اور قضیات کے باب میں بھی نافذ ہوگا۔ یہی قرآنی تشریع کی روح اور سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیماتی اساس ہے۔ اِسی اُصول پر سلف سے خلف تک تمام اَئمہِ مذاہب اور فقہاء و علماء کا اجماع رہا ہے اور اِس اُصول کے ساتھ ہی قوانینِ شریعت کا تحرّک، آفاقیت اور ابدیت قائم و دائم ہے۔

---

(۸۸) ابن خلدون، ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر، المعروف بـ: مقدمة ابن خلدون، ۱/ ۲۹.

مصادر ومراجع

١ - القرآن الحكيم.

٢ - أحمد بن حنبل، أبو عبد الله بن محمد (١٦٤-٢٤١هـ/ ٧٨٠-٨٥٥م). المسند. بيروت، لبنان: المكتب الإسلامي، ١٣٩٨هـ/ ١٩٧٨م.

٣ - البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن مغيرة (١٩٤-٢٥٦هـ/ ٨١٠-٨٧٠م). الأدب المفرد. بيروت، لبنان: دار البشائر الاسلاميه، ١٤٠٩هـ/ ١٩٨٩م.

٤ - البخاري، أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بن إبراهيم بن مغيره (١٩٤-٢٥٦هـ/ ٨١٠-٨٧٠م). الصحيح. بيروت، لبنان؛ دمشق، شام: دار القلم، ١٤٠١هـ/ ١٩٨١م.

٥ — ابن أبي عاصم الشيباني، أبو بكر أحمد بن عمرو بن الضحاك (٢٠٦-٢٨٧هـ). الآحاد والمثاني. الرياض، السعودية، ١٤١١/ ١٩٩١م.

٦ - البيهقي، أبو بكر أحمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى (٣٨٤-٤٥٨هـ/ ٩٩٤-١٠٦٦م). السنن الكبرى. مكة مكرمة، السعودية: مكتبه دار الباز، ١٤١٤هـ/ ١٩٩٤م.

٧ - الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن ضحاك (٢١٠-٢٧٩هـ/ ٨٢٥-٨٩٢م). السنن. بيروت، لبنان: دار الغرب الاسلامي، ١٩٩٨م.

٨ - الجصاص، أبو بكر أحمد بن علي الرازي الحنفي (٣٠٥-٣٧٠هـ). أحكام القرآن. بيروت، لبنان: دار إِحياء التراث العربي، ١٤٠٥هـ.

٩ - ابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد بن حبان (٢٧٠-٣٥٤هـ/ ٨٨٤-٩٦٥م). الصحيح. بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٤١٤هـ/ ١٩٩٣م.

١٠ - ابن حجر الهيتمي المكي، شهاب الدين أحمد بن محمد بن علي (٩٠٩-٩٧٤هـ). الفتاوى الفقهية الكبرى.

١١ - ابنِ حسين، محمد بن علي (). تهذيب الفروق والقواعد السنية في الأسرار الفقهية على حاشية أنوار البروق في أنواء الفروق للقرافي.

١٢ - ابن خلدون، عبد الرحمن (٧٣٦-٨٠٨هـ). كتاب العبر وديوان المبتدا والخبر في العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر (المعروف بـ: مقدمة ابن خلدون). بيروت، لبنان: دار الفكر للطباعة والنشر، ٢٠٠٣م.

١٣ - الدارمي، أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن (١٨١-٢٥٥هـ/ ٧٩٧-٨٦٩م). السنن. بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٤٠٧هـ.

١٤ - أبو داود، سليمان بن أشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد الأزدي السبحستاني (ت٢٧٥هـ). السنن. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤١٤هـ/ ١٩٩٤م.

١٥- ابن رجب الحنبلي، أبو الفرج عبد الرحمن بن أحمد (٧٣٦-٧٩٥هـ). جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم. بيروت، لبنان: دار المعرفة، ١٤٠٨هـ.

١٦- الزرقاني، عبد الباقي بن يوسف بن أحمد (ت ١٠٩٩هـ). شرح على مختصر خليل. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤٢٢هـ / ٢٠٠٢م.

١٧ - الزركشي، أبو عبد الله محمد بن بهادر بن عبد الله (٧٤٥-٧٩٤هـ). البحر المحيط في أصول الفقه. بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ٢٠٠٠م.

١٨ - الزيلعي، عثمان بن علي بن محجن البارعي الحنفي(ت ٧٤٣هـ). تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق. القاهرة، مصر: المطبعة الكبرى الأميرية، ١٣١٣هـ.

١٩ - السبكي، أبو الحسن تقي الدين علي بن عبد الكافي (٦٨٣-٧٥٦هـ). الفتاوى السبكي. بيروت، لبنان: دار المعرفة.

٢٠ - السرخسي، شمس الدين أبو بكر محمد بن اسماعيل (ت٤٩٠هـ). المبسوط. بيروت، لبنان: دار المعرفة، ١٤٠٦هـ.

٢١ – ابن الشباط، قاسم بن عبد الله (ت٧٢٣هـ). إدرار الشروق على أنوار الفروق على حاشية أنوار البروق في أنواء الفروق للقرافي. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤١٨هـ/ ١٩٩٨م.

٢٢ – الشنقيطي، محمد بن محمد المختار (و١٣٨٤هـ/ ١٩٦٤م). شرح زاد المستقنع مختصر المقنع.

٢٣ – الشوكاني، محمد بن على بن محمد (١١٧٣–١٢٥٠هـ / ١٧٦٠–١٨٣٤م). فتح القدير. مصر: مطبع مصطفى البابي الحلبي، ١٣٨٣هـ/ ١٩٦٤م.

٢٤ – الشيباني، أبو عبد الله محمد بن الحسن (١٣٢–١٨٩هـ). كتاب الآثار. بيروت، لبنان: دار الفكر، ٢٠٠٧م.

٢٥ – ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان الكوفي (١٥٩–٢٣٥هـ/ ٧٧٦–٨٤٩ء). المصنف. الرياض، السعودية: مكتبة الرشد، ١٤٠٩هـ.

٢٦ – الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي (٢٦٠–٣٦٠هـ/ ٨٧٣–٩٧١ء). المعجم الكبير. موصل، عراق: مطبعة الزهراء الحديثة.

٢٧ – الطيالسي، أبو داود سليمان بن داود الجارود (١٣٣–٢٠٤هـ / ٧٥١–٨١٩م). المسند. بيروت، لبنان: دار المعرفة.

٢٨ – ابن عابدين الشامي، محمد بن محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي (١١٩٨–١٢٥٢هـ). رد المحتار على الدرالمختار على تنوير الأبصار. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٨٦هـ.

٢٩ – ابن عابدين الشامي، محمد بن محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي (١١٩٨–١٢٥٢هـ). منحة الخالق على حاشية البحر الرائق شرح كنز الدقائق. بيروت، لبنان: دار الكتب الإسلامي.

٣٠ – ابن عابدين الشامي، محمد بن محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي (١١٩٨–١٢٥٢هـ). عقود رسم المفتي. كراتشي، باكستان، مكتبة البشري، ١٤٣٠هـ/ ٢٠٠٩.

٣١ – محمد آمين الآفندي. مجموعة رسائل ابنِ عابدين.

٣٢ – عبد الرزاق، أبو بكر بن همام بن نافع الصنعاني (١٢٦–٢١١هـ/ ٧٤٤–٨٢٦م). الأمالي في آثار الصحابة. القاهرة، مصر: مكتبة القرآن.

٣٣ – عبد الرزاق، أبو بكر بن همام بن نافع الصنعاني (١٢٦–٢١١هـ/ ٧٤٤–٨٢٦م). المصنف. بيروت، لبنان: المكتب الإسلامي، ١٤٠٣هـ.

٣٤ – أبو عبد الله المواق المالكي، محمد بن يوسف بن أبي القاسم العبدري (ت٨٩٧هـ). التاج والإكليل لمختصر خليل على حاشية

مواهب الجليل لشرح مختصر خليل. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٩٨هـ.

٣٥ - العيني، بدر الدين محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن الحسين بن يوسف بن محمود (٧٦٢-٨٥٥هـ/ ١٣٦١-١٤٥١م). عمدة القاري شرح صحيح البخاري. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٩٩هـ/ ١٩٧٩م.

٣٦ - العيني، بدر الدين محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن الحسين الحنفي (٧٦٢-٨٥٥هـ/ ١٣٦١-١٤٥١م). البناية شرح الهداية. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤٢٠هـ.

٣٧ - ابن فرحون المالكي، برهان الدين أبو الوفا إبراهيم بن شمس الدين أبو عبد الله (ت٧٩٩هـ). تبصرة الحُكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام.

٣٨ - ابن قدامة المقدسي، محمد عبد الله بن محمد بن محمد (ت٦٢٠هـ). روضة الناظر وجنة المناظر في أصول الفقه. القاهرة، مصر: المطبعة السلفية، ١٣٩٢هـ/ ١٩٧٢م.

٣٩ - ابن قدامة المقدسي، أبو محمد عبد الله بن أحمد (ت٦٢٠هـ). المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٥هـ.

٤٠ - القدوري، الموسوعة الفقهية المقارنة، المسماة بـ: التجريد.

٤١ - القرافي، أبو العباس أحمد بن إدريس بن عبد الرحمان (٦٢٦-٦٨٤هـ/ ١٢٢٨-١٢٨٥). أنوار البروق في أنواء الفروق. الكويت: دار النوادر، ١٤٣١هـ/ ٢٠١٠م.

٤٢ - القرافي، أبو العباس أحمد بن إدريس بن عبد الرحمان (٦٢٦-٦٨٤هـ/ ١٢٢٨-١٢٨٥). الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام. بيروت، لبنان: دار البشائر الاسلامية، ١٤١٦هـ/ ١٩٩٥م.

٤٣ - ابن القيم، محمد بن أبي بكر بن أيوب (٦٩١-٧٥١هـ). إعلام الموقعين. بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٤١٨هـ/ ١٩٩٨م.

٤٤ - الكاساني، علاء الدين (ت٥٨٧هـ). بدائع الصنائع. بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٩٨٢م.

٤٥ - ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (٢٠٩-٢٧٣هـ / ٨٢٤-٨٨٧م). السنن. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤١٩هـ/ ١٩٩٨م.

٤٦ - مالك، ابن انس بن مالك بن أبي عامر بن عمرو بن الحارث الأصبحي (٩٣-١٧٩هـ/ ٧١٢-٧٩٥م). الموطا. بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي، ١٤٠٦هـ/ ١٩٨٥م.

٤٧ - محمد مصطفى الزحيلي (و١٩٤١م). القواعد الفقهية في المذاهب الأربعة.

٤٨ – ابن النجيم، الشيخ زين بن إبرهيم بن محمد بن محمد بن بكر الحنفي (٩٧٠هـ). البحر الرائق شرح كنز الدقائق. مصر: المطبعة العلمية، ١٣١١هـ.

٤٩ – النميري، عمر بن شبة زيد بن عبيدة بن ريطة. تاريخ المدينة.

٥٠ – وهبة الزحيلي (١٩٣٢–٢٠١٥م). الفقه الإسلامي وأدلته. دمشق، شام: دار الفكر.

٥١ – أبو يعلى، أحمد بن علي بن مثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال الموصلي التميمي (٢١٠–٣٠٧هـ/ ٨٢٥–٩١٩م). المسند. دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ١٤٠٤هـ/ ١٩٨٤م.

٥٢ – الموسوعة الفقهية الكويتية. وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، الكويت: ١٤٠٤–١٤٢٧هـ.

٥٣ – مجله مُجَمَّع الفقه الإسلامي. منظمة مؤتمر الإسلامي، السعودية.